عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۵ | ۱۱ تا ۱۸/ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۸ تا ۱۵/ جون ۲۰۰۶ء | شمارہ: ۲۲

نزولِ عیسیٰ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج

انسانیت کا بیش بہا سبق

نرمی و مہربانی خوبیوں کا سرچشمہ

اجنبی مردوں سے برتاؤ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http//WWW.khatme-nubuwwat.org
http://WWW.khatme-nubuwwat.com

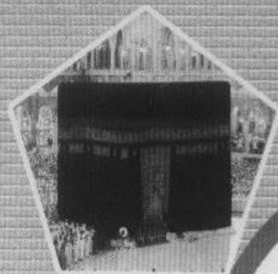

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

ایک نام نہاد ادیبہ کی طرف سے اسلامی شعائر کی توہین:

س:......اسلام آباد میں گزشتہ دنوں دوروزہ بین الاقوامی سیرت کانفرنس برائے خواتین منعقد ہوئی، جس میں عالم اسلام کی جید عالم دین خواتین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں جہاں اسلام کے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہوا، وہاں بعض باتیں ایسی بھی ہیں جو توجہ طلب ہیں۔ ٹیلیویژن کی ایک ادیبہ نے کہا کہ مردوں میں کوئی نہ کوئی کجی رکھی گئی ہے، یہ قدرت کی مصلحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا نہیں تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے۔ (بحوالہ رپورٹ روزنامہ جسارت صفحہ نمبر۲ مورخہ ۲۵/ دسمبر ۱۹۸۶ء)

ج:......حدیث شریف میں ہے کہ: ”عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور اس کو سیدھا کرنا ممکن نہیں، اگر اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائے گی۔“ (مشکوٰۃ شریف ص:۲۸۰)

ادیبہ صاحبہ نے جو شاید اس اجتماع کے شرکاء میں سب سے بڑی عالم دین کی حیثیت میں پیش ہوئی تھیں، اپنے اس فقرے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کے مقابلہ کی کوشش کی ہے۔

ادیبہ صاحبہ کی عقل و دانش کا عالم یہ ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کے عمر نہ پانے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کو نقص اور کجی سے تعبیر کرتی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حالانکہ اہل فہم جانتے ہیں کہ دونوں چیزیں نقص نہیں کمال ہیں۔ جس کی تشریح کا یہ موقع نہیں، رہا یہ کہ ایک اسلامی حکومت میں ایسی دریدہ دہن عورتوں کی کیا سزا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شرعاً ایسے لوگ سزائے ارتداد کے مستحق اور واجب القتل ہیں۔

غیر مسلم کو شہید کہنا:

س:......عرض خدمت ہے کہ ملک بھر میں یکم مئی کے روز مزدوروں کا عالمی دن منایا گیا، جو ہر سال ”شکاگو کے شہیدوں“ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر ملک بھر میں سرکاری چھٹی تھی۔ ”شکاگو کے شہیدوں“ کی یاد میں جلسے منعقد ہوئے، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے اداروں کی طرف سے ”شکاگو کے شہیدوں“ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ یہ ہر سال ہوتا ہے اور ہو رہا ہے۔ (شاید ہوتا ہی رہے) اس ناچیز کی رائے میں یہ دن ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ میں منانا سراسر غلط ہے، ستم تو یہ ہے کہ اس دن امریکا کے شہر شکاگو میں صدی پہلے مارے جانے والے مزدوروں کو (جو غیر مسلم تھے) لفظ ”شہید“ سے مخاطب کرکے ہم اپنی تاریخ اور اسلامی عظمت کا مذاق اڑا رہے ہیں، کوئی غیر مسلم شہید کہلانے کا حقدار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا جواب تو وہ حضرات دے سکیں گے جو ان غیر مسلموں کو شہید کہتے ہیں، لیکن افسوس تو تب ہوتا ہے جب یہ حضرات اپنے قومی ہیروؤں کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں۔ ٹیپو سلطانؒ حیدر علی، سیّد احمد شہیدؒ اور احمد شاہ ابدالیؒ وغیرہ اسی ماہ میں شہادت نوش کرچکے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سات سمندر پار کے غیر مسلم اور غیر اہم مرنے والوں کو ہر سال سرکاری سطح پر یاد کرتے ہیں، لیکن ان عظیم ہیروؤں کو یاد کرنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ ”اسلامی جمہوریہ پاکستان“ میں ایسا ہونا تو نہیں چاہئے، مگر ایسا ہو رہا ہے، کیوں؟ میں آپ کی معرفت اہل دانش و عقل سے یہ پوچھنے کی گستاخی کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنے کالم کے ذریعے اس مسئلے کی جانب ارباب اختیار کی توجہ مبذول کرائیں گے۔ شکریہ

ج:......غیر مسلم کو ”شہید“ کہنا جائز نہیں۔ باقی یہاں کے اہل عقل و دانش آپ کے سوال کا کیا جواب دیں گے؟ ہمارے ”اسلامی جمہوریہ“ میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے اور اب تو برائی کو برائی سمجھنے والے بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ

جلد:۲۵ شمارہ:۲۲ ۱۱تا۱۸/ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۸تا۱۵/ جون ۲۰۰۶ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت

- مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
- مولانا سعید احمد جلالپوری
- علامہ احمد میاں حمادی
- صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
- صاحبزادہ طارق محمود
- مولانا بشیر احمد
- مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
- مولانا قاضی احسان احمد

سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
قانونی مشیر: حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

اس شمارے میں

موبائل فون کے ذریعہ توہین آمیز پیغامات کی ترسیل	(اداریہ)	۴
ملفوظات نفیس	مولانا اللہ وسایا	۵
اجنبی مردوں سے برتاؤ	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۷
سکون واطمینان کا نادر نسخہ	مولانا محمد یوسف	۹
انسانیت کا بیش بہا سبق	مولانا عبدالواحد قاسمی	۱۱
نرمی ومہربانی، خوبیوں کا سرچشمہ	مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی	۱۴
نزول عیسیٰ ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج	کامران احمد	۱۷
محمد رسول اللہ کا قادیانی تصور	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	۲۳

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موبائل فون کے ذریعہ توہین آمیز پیغامات کی ترسیل

گزشتہ سال کے اختتام اور سالِ رواں کے اوائل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مشتمل توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج بنی رہی۔ ڈنمارک کے گستاخ زمانہ آرٹسٹوں اور مغربی اخبارات نے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کی اور اس پر مسلمانوں کو جس قدر ذہنی کرب واذیت میں مبتلا کیا گیا' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس دل خراش صورت حال سے جہاں ہر مسلمان دل گرفتہ' غمگین اور مشتعل ہوا' وہاں دنیا بھر کے مسلمانوں کے علاوہ انصاف پسند غیر مسلموں نے بھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

ابھی اس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ پاکستان میں موبائل فون کے ذریعہ توہین رسالت پر مشتمل پیغامات کی ترسیل کا سلسلہ شروع ہوگیا' جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں انتہائی نازیبا زبان استعمال کی گئی۔ چنانچہ ملک بھر میں موبائل فون کی سہولیات مہیا کرنے والی ایک مشہور ومعروف کمپنی کے ایک نمبر سے تو اس قدر توہین آمیز پیغامات بھیجے گئے کہ اس کا تصور بھی سوہانِ روح ہے۔ بعض اخبارات میں ان میں سے بعض فون نمبر شائع بھی کیے گئے' جن سے یہ پیغامات بھیجے گئے تھے۔

ان توہین آمیز پیغامات نے کراچی ہی نہیں' بلکہ ملک کے دیگر حصوں میں بھی شدید غم وغصہ کی کیفیت پیدا کردی' توہین آمیز خاکوں کے بعد موبائل فون کے ذریعہ توہین آمیز پیغامات کی ترسیل جہاں توہین رسالت کے واقعات میں تسلسل کی نشاندہی کرتی ہے' وہاں اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے' جس کی منصوبہ سازی میں اہل مغرب اور ان کے ہم نوا برابر کے شریک ہیں' جیسا کہ بعض اطلاعات کے مطابق ان توہین آمیز پیغامات کی ترسیل میں قادیانی ملوث ہیں' اس لحاظ سے قادیانیوں کا طرز عمل نہایت ہی تکلیف دہ اور قابل صد نفرین ہے' لیکن قادیانیوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ مسلمان اپنے نبی کی عزت وعظمت اور حرمت وناموس پر سب کچھ قربان تو کرسکتا ہے' مگر اس پر آنچ نہیں آنے دے گا۔

یوں تو دشمنانِ اسلام کی انبیاء دشمنی' ان کی توہین وتنقیص کی تاریخ بہت طویل اور تکلیف دہ ہے' مگر گزشتہ چند مہینوں سے ان بدباطنوں نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جس بے شرمی وڈھٹائی کے ساتھ توہین' تنقیص اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے' بلاشبہ وہ ان کی تاریخ کا سیاہ ترین کارنامہ ہے۔ اس سے جہاں شاتمینِ رسول کا مکروہ اور سیاہ چہرہ بے نقاب ہوکر سامنے آگیا ہے' وہاں مسلمانوں کو بنیاد پرست' تنگ نظر اور مذہبی جنونی کہنے والوں کی اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی حقیقت بھی کھل کر سامنے آگئی ہے۔

اسی روشن خیال اعتدال پسندی کا شاخسانہ ہے کہ ملک میں جو جس کے منہ میں آئے بک دیتا ہے اور جیسا چاہے لکھ دیتا ہے' لیکن اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوتی' اخلاق وآداب کی پاس داری قصہ پارینہ بن چکی ہے' نشرواشاعت اور مواصلات کے ذرائع ہر قسم کی پابندی سے آزاد ہیں' موبائل فونوں کے ذریعہ توہین آمیز یا فحش پیغامات کی ترسیل کے خلاف کوئی قاعدہ قانون یا ضابطہ اخلاق مرتب نہیں' اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ موبائل فون کمپنیوں کے لئے بھی ایک ضابطہ اخلاق وضع کیا جائے' جس کے تحت وہ اس قسم کے تمام پیغامات کو پھیلنے سے روکنے اور ایسے پیغامات بھیجنے والوں کے خلاف ازخود حکومت کو اطلاع دینے کی قانونی طور پر پابند ہوں۔

اربابِ اقتدار کو اگر ملک وقوم' دین ومذہب اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی تعلق ہے' تو انہیں توہین آمیز پیغامات کی ترسیل کی اس سازش کا احساس وادراک کرتے ہوئے اس کو ناکام بنانا چاہئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم' صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ اپنی دلی وابستگی کا ثبوت دینا چاہئے' اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت توہین آمیز پیغامات کی ترسیل میں ملوث ان انسان نما درندوں کے گلے میں پٹا ڈالے اور ان کی بے باک زبان کو لگام دے' ورنہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کا بدلہ خود چکانے پر مجبور ہوں گے۔

ملفوظاتِ نفیس

سیّدالاولیاء، شیخ المشائخ، حضرت مولانا نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم کی لسانِ نفیس سے ادا ہونے نفیس کلمات

حضرت رائے پوریؒ:

حضرت (اقدس شاہ عبدالقادر) رائے پوریؒ آخری عمر میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف مکمل متوجہ ہوگئے تھے۔ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے علماً اور متوسلین کو ہمہ تن متوجہ فرماتے تھے' حتیٰ کہ کوئی کمی کرتا' توجہ نہ کرتا تو اظہار خفگی فرماتے' خفگی بھی صرف اس کام کے لئے فرماتے تھے ورنہ تو سراپا شفقت تھے' ایک بار حکومت کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا' عرب وعجم سے اسکالر اکٹھے ہوئے' کئی دن پروگرام رہا' ان دنوں حضرت رائے پوریؒ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے' روزمرہ مجلس مذاکرہ کی رپورٹ سے باخبر رہتے' ایک دن اطلاع ملی کہ بعض عرب ممالک کے نمائندگان نے فتنہ قادیانیت کے متعلق آگاہی چاہی ہے' آپ نے یہ سنا تو تڑپ گئے' مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو لکھنؤ پیغام بھجوایا کہ لاہور تشریف لائیں' وہ کھانسی میں مبتلا تھے' عذر کیا کہ تندرست ہونے پر حاضر ہوجاؤں گا۔حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ اسی حالت میں آجائیں' یہاں لاہور میں علاج کرائیں گے' وہ تشریف لائے تو مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا محمد حیات' مولانا قاضی احسان احمد رحمہم اللہ نے حوالہ جات مہیا کئے اور مولانا علی میاںؒ نے عربی میں ''القادیانی والقادیانیۃ'' لکھی۔حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے مجلس کی طرف سے طباعت کے خرچہ کا ذمہ لیا' بمبئی سے' پھر دمشق سے شائع ہوئی' دنیائے عرب میں اسے تقسیم کرایا' عرب دنیا نے اس کتاب سے فتنہ قادیانیت کو سمجھا' مصر' شام میں اس کتاب کا اتنا چرچا ہوا کہ قادیانیت پر پابندی لگی' پھر حضرت رائے پوریؒ دوبارہ تشریف لائے' حضرت مولانا علی میاںؒ نے (بھی حضرت کی وجہ سے) سفر کیا' پھر خود ہی مولانا علی میاں نے اردو میں اسے

مرتب: مولانا اللہ وسایا

مرتب کیا' روز جتنا حصہ تیار ہوتا' حضرتؒ کو سنادیا جاتا' آخری خواندگی مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ کے ذمہ ٹھہری۔

حضرت امیر شریعتؒ:

ایک بار امیر شریعتؒ رات کو تشریف لائے' حضرت رائے پوریؒ آرام کے لئے خواب گاہ میں جاچکے تھے' شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کو زحمت ہوگی' اطلاع نہ کریں' صبح ملیں گے' مگر تھوڑی دیر میں حضرت رائے پوریؒ نے شاہ صاحبؒ کو اپنے کمرہ میں خود طلب کیا' شاہ صاحبؒ خدام پر بگڑ گئے کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم لوگوں نے اطلاع کیوں دی؟ خدام نے بتایا کہ ہم نے اطلاع نہیں دی' غصہ ٹھنڈا ہوا' حضرت رائے پوریؒ کے کمرہ میں گئے' اب پوری خانقاہ کے علماً جمع ہونا شروع ہوئے' کمرہ بھر گیا' مولانا علی میاںؒ کو بلالیا' کتاب کا ایک باب مولانا علی میاںؒ نے شاہ صاحبؒ کو مکمل سنایا' شاہ صاحبؒ سنتے رہے' سردھنتے رہے' جب باب ختم ہوا تو شاہ صاحبؒ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) سے فرمایا کہ: آپ نے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کردیا' پھر خود ہی فرمایا: نہیں' بلکہ اپنا حق ادا کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو کون ادا کرسکتا ہے؟ اس کتاب کی کتابت کی سعادت بھی مجھے (حضرت نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم کو) حاصل ہوئی۔کتاب پر ''نوائے وقت'' نے بہت عمدہ تبصرہ کیا۔

النخلہ کی تعمیر:

ایک بار حضرت رائے پوریؒ کو معلوم ہوا کہ خوشاب علاقہ سون سکیسر میں مرزائیوں نے موسم گرما کا ہیڈکوارٹر ''النخلہ'' کے نام سے قائم کیا ہے۔اس علاقہ کے ایک عالم دین کو تنبیہ کی کہ قادیانی کام کررہے ہیں' تم خاموش کیوں بیٹھے ہو؟ (النخلہ جابہ ضلع خوشاب کے قریب قائم کیا گیا تھا' حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ' مولانا لال حسین اخترؒ' مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ' مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ' قاضی عبداللطیف' مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور مولانا

عبدالرحیم اشعرؒ کے اس علاقے میں دورے ہوئے' قادیانی عمارت چھوڑ کر بھاگ گئے' حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ و دفتر کے لئے وہاں جگہ خریدی' مسجد و مدرسہ آج بھی وہاں قائم ہے' ہر سال کانفرنس ہوتی ہے)۔

فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ:

مولانا محمد حیاتؒ تو حضرت رائے پوریؒ کی لاہور آمد پر حاضر باش ہوتے ہی تھے' مولانا لال حسین اخترؒ بھی تشریف لاتے' حضرت رائے پوریؒ، جماعت ختم نبوت کے ساتھیوں کے متعلق فرماتے: یہ ہمارے کام کے آدمی ہیں۔

حضرت رائے پوریؒ کو ''شیخ الاحرار'' اور ''مرشدالاحرار'' بھی لکھا گیا' جو سو فیصد صحیح ہے۔

(حضرت نفیس شاہ صاحب دامت برکاتہم کی بات یہاں تک پہنچی تھی' تو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان صاحب نے فرمایا کہ: مولانا محمد حیاتؒ بہت بڑے مناظر تھے' ایک دفعہ گوجرانوالہ میں نصرت العلوم میں تشریف لائے' تو دس دن میں نے بھی ان سے رد قادیانیت پڑھی' مولانا محمد حیاتؒ فرماتے تھے کہ: تم مرزا قادیانی کے متعلق (ذلیل سے ذلیل) دعویٰ کرو' میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ وہ اس سے بھی ذلیل تھا' چنانچہ کئی دن ایسا ہوتا رہا' بہت ٹھنڈے مزاج کے پختہ مشق مناظر تھے' قادیانیت کی کتب ان کو ازبر یاد تھیں اور مناظرانہ گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی)۔

حضرت امیر شریعت کا ایک خواب:

حضرت نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم نے دوبارہ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا کہ:

ایک بار حضرت امیر شریعتؒ نے خواب دیکھا کہ: حضرت مولانا سیّد انور شاہ کشمیریؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ: ایک بات آپ سے کہنی ہے' اتنے میں قاضی احسان احمد صاحبؒ نے حضرت امیر شریعتؒ کو جگا دیا' اب حضرت امیر شریعتؒ پریشان تھے کہ حضرت علامہ کشمیریؒ نے کیا بات فرمانا تھی؟ حضرت رائے پوریؒ سے تعبیر پوچھی' تو حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ: ایک سیّد (حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ) نے دوسرے سیّد (حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) سے اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی ہی بات کہنی تھی اور کیا۔ اس پر امیر شریعتؒ جھوم اٹھے' اور فرمایا: بالکل انشراح ہوگیا' یہی بات کہنا چاہتے ہوں گے۔

مصر و شام میں قادیانیوں پر پابندی:

ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی (تبلیغ والے) نے خواب دیکھا کہ ایک مسجد کے ملحقہ کمرہ میں حضرت رائے پوریؒ کو دیکھنے گیا کہ وہ کمرہ میں ہیں' مگر کمرہ خالی پایا' تو بتایا گیا کہ حضرت رائے پوریؒ مصر گئے ہوئے ہیں۔ اس خواب کا تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے کیا' انہوں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ حضرت رائے پوریؒ کی روحانیت مصر کی طرف بہت متوجہ ہے۔ ان دنوں مصر میں جمال عبدالناصر اپنی سامراجی و فرنگی دشمنی کے باعث عالم اسلام میں نمایاں تھے۔

حضرتؒ کی روحانیت کا ہی اثر تھا کہ مصر و شام میں قادیانیوں پر پابندی لگی' ''القادیانیۃ'' کتاب نے بہت کام دیا' وہ اسلامی سربراہان مملکت جو انگریز کے خلاف متحرک تھے' حضرتؒ ان کے لئے ہمہ وقت دست بدعا رہتے۔

☆☆..........☆☆

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے: مولانا احمد مدنی

قادیانیت کسی مذہبی تحریک کا نام نہیں بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کا دوسرا نام ہے: مولانا قاضی احسان احمد

کراچی (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام نارتھ کراچی اسکیم III جامع خضریٰ میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے جناب حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب نے ایک پروگرام کا انعقاد کیا' جس میں تلاوت کلام مجید کے بعد کراچی کے معروف عالم دین حضرت مولانا محمد احمد مدنی نے خطاب کیا' ان کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد کا خصوصی خطاب ہوا۔ مولانا قاضی احسان احمد نے اپنے خطاب میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر خصوصیت سے روشنی ڈالی اور پروگرام میں آئے ہوئے شرکاء کے ایمان کو خوب گرمایا اور ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی اہمیت واضح طور پر سمجھائی اور ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریہ عقائد پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آخر میں مولانا نے شرکاء جلسہ سے کہا کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور آپ کے امتی ہیں' اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے جام کوثر کے طلب گار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے متمنی ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ کریں۔ تمام شرکاء نے بیک زبان ہو کر یہ اعلان کیا کہ ہمارا مرنا جینا سب کچھ تحفظ ناموس رسالت کے لئے ہے۔

اصلاح خواتین

اجنبی مردوں سے برتاؤ

قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ:

''اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں، جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت والفت۔''

واقعی غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں جذبات کی پوری رعایت ہے، نرم لہجہ سے اجنبی شخص کو ضرور میلان ہوتا ہے، کیسی عجیب سچی بات ہے، اور سخت لہجہ سے اجنبی مرد کو نفرت ہوتی ہے۔

الغرض عورتوں کے لئے قرآن کی تعلیم یہ ہے کہ: پردہ کے ساتھ بھی اجنبی مرد کے ساتھ نرم لہجہ سے گفتگو مت کرو، اسی طرح سے آواز کا بھی پردہ ہے۔

عورت کے لئے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے، افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، حق تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ:

''کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو۔''

دیکھئے اس آیت کی مخاطب وہ عورتیں ہیں، جو مسلمانوں کی مائیں تھیں، یعنی ازواج مطہرات، ان کی طرف کسی کی بُری نیت جا ہی نہیں سکتی تھی، مگر ان کے لئے بھی یہ سخت انتظام کیا گیا، تو دوسری عورتیں تو کس شمار میں ہیں؟

حق تعالیٰ، ازواج مطہرات سے فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ نرم لہجہ سے بات مت کرو، جب بات کرنا ہو، تو خشک لہجہ سے کرو، جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ بڑی کھری، کڑی اور تلخ (بد مزاج) ہیں، تاکہ لاحول ہی پڑھ کر چلا جائے، نہ یہ کہ نرمی سے گفتگو کرو کہ میں آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتی ہوں، مجھے جناب کے الطاف کریمانہ کا خاص احساس ہے۔ استغفراللہ!

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

لوگوں نے آج کل اس کو تہذیب سمجھ لیا ہے اور بعض لوگ اس پر کہہ دیتے ہیں کہ: صاحب! بتلایئے کہ فساد ہو رہا ہے؟ ہم کو تو نظر نہیں آتا؟

میں کہتا ہوں کہ: اوّل تو فساد موجود ہے، اور اگر تم کو نظر نہیں آتا، تو ممکن ہے کہ بہت قریب آگے چل کر یہ لہجہ کچھ رنگ لائے، اس وقت سب معلوم ہوگا۔

اور مجھ کو تو اس وقت بھی معلوم ہو رہا ہے، اہل نظر شروع ہی میں کھٹک جاتے ہیں کہ یہ چیز کسی وقت میں رنگ لائے گی۔

حیا و فطرت کا مقتضیٰ

اوّل تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے، مگر بضرورت بولنا جائز ہے، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ: سختی سے گفتگو ہو، تاکہ دوسرے کے دل میں کشش اور میلان پیدا نہ ہو، اور عورتوں کے لئے یہ طریقہ شرعی حکم ہونے کے علاوہ طبعی (اور فطری تقاضا) بھی ہے۔

حیا عورت کے لئے طبعی امر ہے، اور اس کے آثار ان دیہاتی عورتوں میں، جن پر حیا زائل ہونے کے اسباب نے اثر نہیں کیا، موجود ہیں۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ طبعی بات عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے، اور کوئی ایسی بات، قول (گفتگو) یا عمل میں اختیار نہ کرے، جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو۔

دیہات میں دیکھئے کہ بھنگن و چمارن سے خطاب کیجئے تو وہ منہ پھیر کر اوّل تو اشارہ سے جواب دے گی، مثلاً: راستہ پوچھئے، تو انگلی اٹھا کر بتا دے گی کہ اُدھر ہے، اور اگر بولنا ہی پڑے تو بہت تھوڑے الفاظ میں مطلب کو ادا کردے گی، نہ اس میں القاب ہوں گے، نہ آداب، نہ ضرورت سے زیادہ الفاظ، نہ آواز نرم ہوگی، بلکہ

اس طرح بولے گی‘ جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے۔

چونکہ دیہات والوں میں یہ اخلاق طبعی موجود ہوتے ہیں‘ اور ان سے انحراف (یعنی آزادی وبے باکی) کے اسباب وہاں نہیں پائے جاتے‘ اس واسطے دیہاتیوں کے اخلاق وعادات اپنی اصلی حالات پر ہوتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ آج کل طبعی اخلاق سے دوری ہوگئی ہے‘ اور جو باتیں بُری سمجھی جاتی تھیں‘ وہ اچھی سمجھی جانے لگی ہیں‘ حتیٰ کہ اس قسم کے مضامین‘ ایسے خیالات اور ایسے جذبات جن سے خوانخواہ میلان ہو‘ آج کل ہنر سمجھے جانے لگے ہیں۔

اس سے بہت پرہیز کرنا چاہئے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ یہ سب اثر ہے اس نئی تعلیم کا۔

یہ (کالجوں اور اسکولوں کی) تعلیم عورتوں کے لئے تو نہایت ہی مضر ہے‘ عورتوں کی تعلیم کا وقت بچپن کا ہوتا ہے‘ مگر آج کل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم دی جاتی ہے‘ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار ونتائج ان کی رگ وپے میں سرایت کر جاتے ہیں‘ پھر دوسری کوئی تعلیم ان پر اثر ہی نہیں کرتی۔

لڑکیوں کی مثال بالکل کچی نرم لکڑی کی سی ہے‘ اس کو جس صورت پر قائم کرکے خشک کردو گے‘ تمام عمر ویسی ہی رہے گی‘ جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی‘ نئے اخلاق سکھائے گئے‘ نئی وضع قطع‘ نئی طرز معاشرت ان کی نظروں میں رہا‘ تو وہ اسی میں پختہ ہوگئیں‘ بڑی ہوکر ان کی اصلاح کسی طرح نہیں ہوسکتی‘ لہٰذا ضرورت ہے کہ بچیوں کو نئی تعلیم کے بجائے پرانی (دینی) تعلیم دیجئے۔

اجنبی مرد سے نرمی سے گفتگو کرنے کا نقصان:

اس کی دلیل بھی خود اس آیت میں موجود ہے:

”فلا تخضعن بالقول“

کے بعد ہی بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں:

”فیطمع الذی فی قلبہ مرض“

کہ اگر نرم لہجہ سے بات کی گئی‘ تو جس کے دل میں روگ ہے‘ اس کے دل میں لالچ پیدا ہوگا‘ اور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لے گا کہ یہاں قابو چل سکتا ہے‘ پھر وہ اس کی تدبیریں اختیار کرے گا۔

دیکھئے! خود حق تعالیٰ لہجہ کی نرمی کا یہ اثر بتارہے ہیں‘ پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس اثر کا انکار کرے؟

میں اپنی طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں‘ بلکہ الفاظ قرآنی صاف بتلارہے ہیں کہ عورتوں کے مردوں سے نرم گفتگو کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں لالچ پیدا ہوتا ہے۔

گفتگو کا طریقہ اور قول معروف کی تشریح:

اس کے بعد یہ بھی حکم ہے:

”و قلن قولاً معروفا“

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: جب بات کرو بھی‘ تو ایسی بات کرو‘ جس کو شریعت میں اچھا مانا گیا ہو۔

ایک تو یہ کہ بے ضرورت الفاظ مت بڑھاؤ‘ کیونکہ شریعت اس کو کسی کے لئے پسند نہیں کرتی‘ شریعت نے کم بولنے ہی کو پسند کیا ہے۔

دوسرے یہ کہ ہر بات سوچ کر کہو‘ کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکل جائے۔

معروف کا مختصر ترجمہ ”معقول“ ہے‘ تو معنی یہ ہوئے کہ معقول بات کہو‘ معقول بات وہی ہوتی ہے‘ جس سے کوئی بُرا نتیجہ پیدا نہ ہو‘ اور جب ثابت ہوچکا کہ لہجہ کی نرمی سے بھی عورتوں کے لئے بُرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے‘ تو پیار ومحبت کی باتوں سے کیوں بُرا نتیجہ پیدا نہ ہوگا؟ جس کو آج کل تہذیب سمجھا گیا ہے‘ اس قسم کی باتیں عورتوں کے لئے معقول نہیں‘ بلکہ نامعقول ہیں۔

بداخلاقی وبدتہذیبی کا شبہ:

عورت کے لئے یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے‘ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک بات ایک کے لئے معقول ہو اور دوسرے کے لئے نامعقول‘ ایک کے لئے سختی سے بات کرنا اور بے رخی سے جواب دینا معقول ہوسکتا ہے اور دوسرے کے لئے نامعقول۔

مردوں کے واسطے باہمی کلام کا معقول طریقہ یہ ہے کہ نرمی سے بات کرو‘ کسی کو سخت جواب نہ دو‘ روکھا پن نہ برتو۔

اور عورتوں کے لئے معقول طریقہ یہ ہے کہ اجنبی کے ساتھ نرمی سے بات نہ کریں‘ اور سختی سے جواب دیں اور روکھا برتاؤ کریں۔

ایک ہی بات مردوں کے لئے بُری اور عورتوں کے لئے اچھی ہوسکتی ہے‘ عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب غیر مردوں سے بات کریں تو خوب روکھے اور سخت لہجہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کریں۔

اوّل تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی نہیں چاہئے‘ مگر بضرورت بولنا جائز ہے‘ تو اس کا طریقہ یہی ہے۔

☆☆..........☆☆

قناعت......سکون واطمینان کا نادر نسخہ

مولانا محمد یوسف، کراچی

بلند پروازی اور خوب سے خوب تر کی جستجو اور اس کی کوشش ہر باصلاحیت انسان کی فطری خواہش ہے، مگر پیسہ، مال و دولت، عزت، مکان اور زندگی کی دیگر ضروریات کے حصول میں آدمی بسا اوقات نظریے کی خرابی اور غلط طریقہ کار کی بنا پر پریشانی و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہیں کر پاتا۔

غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ انسان کی یہ ساری دوڑ دھوپ اور بے حد محنت و مشقت صرف اور صرف ایک مقصد کے لئے ہے، اور وہ یہ کہ بقیہ زندگی خوشی و اطمینان کے ساتھ گزر جائے اور سکون و مسرت کے لمحات کے ساتھ زندگی گزارنے کا لطف نصیب ہوجائے۔

مگر ایمان و یقین کی کمزوری کی بنا پر اس نے مادیات اور اسباب تعیش سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کی، اور اس غلط طریقہ کار کا نتیجہ اپنے مقصد سے دوری و محرومی کی صورت میں نکلا، جوں جوں محنت و کاوش میں اضافہ ہوتا گیا، اتنا ہی پریشانی و بے سکونی بڑھتی چلی گئی۔

دوسری طرف دین اسلام کی پاکیزہ تعلیمات میں اس کی جابجا وضاحت کی گئی ہے کہ حقیقی خوشی اور اصل راحت اللہ سے تعلق اعمال صالحہ اور قناعت کی زندگی میں ہے، اور اس بات کی ذمہ داری:

"من عمل صالحاً من ذکر او انثی و ھو مؤمن فلنحیینه حیٰوۃ طیبة"

کے ان الفاظ سے لے کر اس بات کا اعلان فرمادیا کہ: آخرت کے اجر و ثواب اور نعمائے جنت سے پہلے دنیا میں ہی ایسے شخص کو سکون کی زندگی نصیب ہوجاتی ہے۔

دنیادار شخص طمع و لالچ کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے، مگر امیدوں اور خواہشات کا سمندر موجیں مارتا رہتا ہے، اور قناعت پسند دین دار، فقر و فاقہ کی زندگی میں بھی سکون و راحت کے مزے لوٹتا ہے، جب انسان دنیوی خواہشات اور مال و متاع کی قربانی دے کر صفت قناعت اختیار کرلیتا ہے، تو دنیا کی پریشانیاں، غموم و افکار اور مصائب و حوادث کی تلخیاں دل سے باہر ہوکر ہی گزر جاتی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اللہ جل جلالہٗ کا فرمان ہے:

"اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرے سینے کو غنٰی سے پُر کردوں گا اور تیرے فقر کو زائل کردوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا، تو میں تجھے مشاغل میں پھنسا دوں گا اور فقر زائل نہیں کروں گا۔" (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ کثرت مال کی حرص و ہوس کا نتیجہ مفلسی اور بے سکونی کے سوا کچھ نہیں سکون و اطمینان حاصل کرنے کا نسخہ یہی ہے کہ بقدر ضرورت مال اور اسباب دنیا مل جانے کے بعد اپنے آپ کو اللہ جل شانہ کی عبادت کے لئے فارغ کرلیا جائے، تو اللہ تعالیٰ مصائب سے حفاظت فرماتے ہیں، ضروریات کو محدود فرماتے ہیں اور تھوڑے مال میں برکت عطا فرمادیتے ہیں، اور یہ سب دنیا کی چیزوں پر نظر نہ رکھنے اور ان سے بے پروائی کی وجہ سے ملتا ہے۔

چنانچہ خود حق تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

"کفار اور ان کے نافرمان بندوں کو جو کچھ دنیا کی رنگ برنگی چیزیں میسر ہیں، ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں، یہ ان کا امتحان ہے کہ وہ

ان نعمتوں کے باوجود اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں' یا اس سے غافل ہیں' اور اصل انعامات تو آخرت ہی میں ملنے والے ہیں۔''

ایک حدیث میں وارد ہے کہ:

تم متقی بن جاؤ' تو سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے' (کم سے کم مقدار پر) قناعت کرلو' تو سب سے زیادہ شکر گزار ہو جاؤ گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ پاک کا شکر ادا کرنے کا طریقہ قناعت سے بہتر اور کوئی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو آدمی حق تعالیٰ سے تھوڑی روزی پر راضی رہے' تو حق تعالیٰ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

معلوم ہوا کہ قناعت اور زہد کے ساتھ فرائض کی پابندی اور گناہوں سے دوری' اللہ کی رضا کے لئے کافی ہے' کہ تھوڑے مال پر شکر اور صبر کے ساتھ رہنا خود ایک بڑا مجاہدہ ہے۔

امام غزالیؒ نے منہاج العابدین میں نقل کیا ہے کہ: ایک عالم و عارف آدمی جس کو زہد (دنیا سے بے رغبتی) کی نعمت حاصل ہو' اس کی دو رکعتیں ہمیشہ ہمیشہ عبادت کرنے والوں کی عبادت سے بہتر اور افضل ہیں۔

بہر حال قناعت اور دنیا میں دل نہ لگانے ہی میں راحت بھی ہے' لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہونے سے حفاظت بھی اور خدا کے ہاں بلند درجات بھی' اور اس کو حاصل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے کہ اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو سمیٹ کر ضروریات زندگی تک محدود کردیا جائے' کیونکہ امیدوں اور آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں ہے' اور ان سب کو پالینے کا خیال بے وقوفی اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

چنانچہ فرمان نبویؐ ہے کہ: اگر انسان کو سونے سے بھری ہوئی دو وادیاں بھی مل جائیں' تو وہ تیسری کی فکر میں لگ جائے گا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو شخص اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو مختصر رکھے' تو حق تعالیٰ اس پر چار قسم کے انعامات نازل فرماتے ہیں:

۱:...... اپنی طاعت پر اس کو قوت دیتے ہیں اور جب اس کو موت کے قریب آنے کا یقین ہو جاتا ہے' تو وہ اعمال صالحہ میں خوب کوشش کرتا ہے اور ناگوار چیزوں سے متاثر نہیں ہوتا۔

۲:...... اس کا غم کم ہو جاتا ہے۔

۳:...... تھوڑے رزق پر راضی ہو جاتا ہے۔

۴:...... اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور فرما دیتے ہیں۔

بعض اہل اللہ سے منقول ہے کہ: قلیل روزی پر قناعت جب حاصل ہو سکتی ہے' جب آدمی پانچ باتوں کا اہتمام کرے:

''۱:...... اپنے اخراجات میں کمی کرے' ضرورت کی مقدار سے زیادہ خرچ نہ کرے۔

۲:...... اگر بقدر ضرورت میسر ہو تو آئندہ کی فکر میں نہ پڑے' اور حق تعالیٰ شانہ کے وعدے پر اعتماد کرے' کہ حق تعالیٰ شانہ نے روزی کا ذمہ لے رکھا ہے۔

۳:...... اس امر پر غور کیا کرے کہ تھوڑے پر قناعت میں لوگوں سے استغناء کی کتنی بڑی عزت حاصل ہے' اور حرص و طمع میں لوگوں کے سامنے کتنا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

۴:...... دنیا داروں اور مالداروں کے انجام کو سوچا کرے' یہود و نصاریٰ اور بے دین اہل ثروت کا انجام سوچے' اور انبیاءؑ اور اولیاءؒ کا انجام سوچے' ان کے حالات کو غور سے پڑھے اور تحقیق کرے' پھر اپنے نفس سے پوچھے کہ: اللہ تعالیٰ کے مقرب لوگوں کی جماعت میں شریک ہونا پسند کرتا ہے؟ یا احمقوں اور بے دین لوگوں کی مشابہت پسند کرتا ہے؟

۵:...... مال کے زیادہ ہونے میں جو خطرات ہیں' ان کو غور کیا کرے' کہ کتنے مصائب اس کے ساتھ ہیں۔

جب آدمی ان پانچوں چیزوں پر غور کرتا رہے گا' تو تھوڑے پر قناعت آسان ہو جائے گی۔''

(فضائل صدقات بحوالہ احیاء)

اللہ تعالیٰ ہم کو صبر اور قناعت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆..................☆☆

انسانیت کا بیش بہا سبق

تاریخ بتاتی ہے کہ نوعِ انسانی کی قدر و قیمت‘ زندگی کی حرمت وعظمت اور اس کی عزت وشرف کا احساس جب دل سے نکل جاتا ہے‘ مذہب و اخلاق اور تہذیب وتمدن سے قلبی تعلق اور کشش ختم ہوجاتی ہے‘ انسانی جان کے استخفاف وتحقیر کی جسارت پیدا ہوجاتی ہے اور انسان اپنی ذات‘ اپنی آدمیت‘ اور اپنے جوہر کو بھلادیتا ہے‘ تو اس کے نتیجے میں ان کی تمام رفعت وعظمت ختم ہوجاتی ہے‘ قول وعمل بے وزن ہوجاتے ہیں‘ بھلائی وخیر خواہی کا تصور اور ایک اچھے سماج وسوسائٹی کی تشکیل قصہ پارینہ بن جاتا ہے‘ انسانی ضمیر کی کوئی قیمت‘ ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہتا‘ یہی وہ وقت ہے جو انسانیت کے تابناک مستقبل کے لئے پیامِ موت ہوتا ہے۔

پس منظر:

آج آپ تہذیب کا سرسری جائزہ لیں یا تاریخ انسانی پر عمودی نظر ڈالیں‘ تو زندگی کے ہر خطے میں بگاڑ وخرابی کی یہی کیفیت ملے گی‘ تباہی و بربادی کے اسی نقطہ کو محسوس کریں گے‘ آئے دن مذہب وملت کا جھگڑا‘ ذات پات کا فرق‘ بھید بھاؤ کا رواج‘ رنگ ونسل کی بات‘ نفاق وشقاق کی کیفیت‘ چوری‘ ڈاکہ زنی‘ قتل وغارت گری‘ ظلم وتعدی‘ غاصبانہ تصرف اور ایذا رسانی‘ یہ سب اسی کا نتیجہ ہے‘ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بنیاد بناکر ایک لہر پیدا کی جاتی ہے‘ حالات خراب ہوتے ہیں اور پھر کائنات ارضی کا حسن‘ زندگی کی چہل پہل‘ دنیا کی رعنائی و شادابی ایک ہی جھونکے میں خزاں رسیدہ ہوجاتی ہے‘ بہت کم افراد ایسے ہیں جو ٹھنڈے دل سے ان کے ازالہ ومداوا کے سلسلے میں غور وفکر اور مسائل کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مولانا عبدالواحد قاسمی

غلط نظریہ:

جو حضرات اپنے مختصر وسائل اور قلیل افراد کے باوجود فضا اور ماحول بناتے ہیں اور ایسے افراد تیار کرتے ہیں جن کو مخلوق سے محبت ہو‘ جو خدا کی وسیع زمین پر سکون واطمینان‘ بھلائی وخیر خواہی کی باتوں کو رواج دیں‘ سچائی کا سبق سکھائیں‘ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا کریں اور انسانوں میں انسانیت کی جوت جگائیں‘ اچھے اخلاق سکھانے اور اچھا معاشرہ بنانے کی کوشش کریں اور جن کے ذہنوں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تازہ ہو:

’’رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحمت بھیجتا ہے‘ تم زمین والوں پر رحم کرو‘ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔‘‘ (ترمذی)

افسوس! صد افسوس! کہ آج انسانیت کے سبق پڑھانے والے انہی افراد کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں‘ انہیں دہشت گرد‘ شدت پسند اور بنیاد پرست کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے‘ دانشمندی اور شعور کے راگ الاپنے والے ذرا بھی نہیں سوچتے کہ فلاح و بہبود کے چشمے کہاں سے پھوٹتے ہیں؟ امن وسکون کا درس کہاں سے ملتا ہے؟ اخلاق وکردار کی کرن کہاں سے نمودار ہوتی ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ جب ضمیر مردہ ہوجائے اور دل کو گھن لگ جائے‘ تو انسانیت ختم ہوجاتی ہے اور کسی بات کے کہنے اور سوچنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔

معیارِ فلاح:

دنیا کے سامنے ملک وقوم کی مذہبی‘ سیاسی اور سماجی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک سوچ وفکر کے تانے بانے ہمدردی وغمخواری کے انوکھے انداز سے مرتب ہوتے رہے‘ زندگی کے خانوں میں انسانیت کا رنگ باقی رہا‘ محبت والفت کی توسیع اور اخلاق عالیہ کی ترسیل حیاتِ انسانی کا طرۂ امتیاز رہا۔

انسانیت کے دوواقعات:

رمضان ۸/ ہجری میں مکہ فتح ہوا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس محبوب شہر میں' جہاں سے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا تھا' جہاں آپ کو طرح طرح کی ایذائیں دی گئی تھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کو ٹھکرایا گیا تھا اور آپؐ کے جاں نثاران ساتھیوں کو طرح طرح سے ستا کر گھر بار اور آل اولاد کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا تھا' اسی شہر میں آپؐ اس شان سے داخل ہورہے ہیں کہ دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر آپ کے ساتھ ہے' کفار و مشرکین کا ایک بڑا مجمع مجبور و بے بس آپ کے سامنے ہے' ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں دن رات ایک کردیئے تھے' اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' مسلمانوں کو ایذائیں پہنچائی تھیں' طرح طرح کے ظلم کئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے' آپؐ کے بارے میں ناگوار باتیں کہی تھیں' ان میں وہ بھی تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کو قتل کیا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے' آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موقع تھا کہ گزشتہ مصائب کا حساب چکا لیتے اور ان کے کرتوتوں کا انتقام لے لیتے' لیکن نہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو انسانیت کا پیغام اور سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر آئے تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''جاؤ' آج تم سب آزاد ہو۔''

اگر بات یہیں ختم ہوجاتی تب بھی انسانیت کی بلندی کے لئے کافی تھا اور تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہوتا' لیکن واقعہ یہیں ختم نہیں ہوتا..... رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کردیا کہ:

جو شخص کعبہ میں پناہ لے گا' اسے کچھ نہیں کہا جائے گا' جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے گا' وہ بھی محفوظ ہوگا' اور جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا' وہ بھی مامون رہے گا۔

یہ ابوسفیان وہی ہیں' جنہوں نے مدینہ پر بار بار حملہ کیا' عربوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

کافروں میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب سے اس کا بدن کانپنے لگا اور قدم لڑکھڑانے لگے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا' تو درد بھرے لہجہ میں فرمایا:

''ڈرو نہیں' میں بھی قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں' کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔''

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی طرف بھیجے' انہوں نے واپسی پر نجد کے سردار ثمامہ بن اثال (جس نے صحابہ کو قتل کیا تھا) کو گرفتار کرلیا اور اسے مدینہ لائے اور مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ثمامہ کے پاس آکر پوچھا: ثمامہ! کیا حال ہے؟

اس نے جواب دیا: اے محمد! میرا حال اچھا ہے' اگر آپ میرے قتل کا حکم دیں گے تو یہ جائز ہوگا' کیونکہ میں قاتل ہوں اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکرگزار پر رحمت کریں گے' اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو بتادیجئے کہ کس قدر چاہئے؟

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے' ثمامہ رہائی پاکر مسجد نبوی کے قریب کھجور کے ایک باغ میں گئے' وہاں جاکر نہائے' مسجد نبوی میں آکر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگئے' پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے:

''یا رسول اللہؐ: اللہ کی قسم! ساری دنیا میں آپؐ سے بڑھ کر مجھے کسی اور سے نفرت نہ تھی' لیکن اب آپؐ سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں۔ اللہ کی قسم! آپؐ کے شہر سے بڑھ کر کوئی اور شہر مجھے برا نہ لگتا تھا' لیکن آج اس سے اچھا اور کوئی شہر نہیں' واللہ! آپؐ کے دین سے بڑھ کر مجھے کسی اور دین سے بغض نہ تھا' لیکن آج آپ کا دین ہی مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔''

اسلامی تعلیم:

یمن کے علاقے میں' جو بحرین تک پھیلا ہوا تھا' اسلام کی تعلیم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا' یہ دونوں یمن کے ایک ایک ضلع میں بھیجے گئے' جب مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور فرمایا:

''دیکھو! تم دونوں مل کر کام کرنا' لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا' سختی مت کرنا' خوشخبری سنانا' نفرت مت دلانا' تم کو وہ لوگ ملیں گے جو پہلے سے کوئی مذہب رکھتے ہیں' پہلے ان کو بتانا کہ اللہ ایک ہے' اس کا کوئی ساتھی نہیں' پھر بتانا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے' جب وہ ان دونوں باتوں کو مان لیں' تو پھر ان سے کہنا کہ اللہ نے پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے' جب وہ اس کو بھی مان لیں' تو ان کو بتانا کہ تم پر زکوٰۃ فرض ہے' جو امیروں سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی' دیکھو! جب وہ زکوٰۃ دینا قبول کر لیں' تو چن کر صرف اچھا مال نہ لینا' مظلوموں کی بددعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اس کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔''

ہماری دعوت:

مولانا علی میاں قدس سرہ' کی زبان میں:

''ہم سیدھی سادی بات یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے راستے کی دعوت دینے آئے ہیں' ہم اس بنیاد پر انسانوں کو انسانیت کی دعوت دینے آئے ہیں' ہم اس (دعوت) کو سب سے بڑی وطن دوستی اور ملک کی وفاداری سمجھتے ہیں' جس سے ملک ترقی کرے' ہم اس کی تحقیر نہیں کرتے کہ ملک کے لئے تعلیمی اداروں' شفاخانوں' صفائی کے محکموں کی ضرورت ہے' ملک کو رسل و رسائل اور دوسرے محکموں کی ضرورت ہے' ان سب کے باوجود ملک میں اندھیرا اور دوسرے کے پیٹ کاٹنے کا جو طاعون پھیلتا جا رہا ہے' اسے نہ روکا گیا تو اس کی عزت' اس کا وقار' اس کی آزادی خاک میں مل جائے گی' ہم علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ ہم (مسلمان) اس ملک (برصغیر) میں حصہ رسد بٹانے نہیں آئے تھے' ہم ان ملکوں کو چھوڑ کر جو خود دولت سے بھرے ہوئے تھے' یہاں کی دولت میں حصہ لگانے نہیں آئے تھے' ہم ایک مشن' ایک خدمت پر آئے تھے' یہاں جو مسلمان آئے تھے' وہ اخلاق' محبت' خدا پرستی کا پیغام لے کر آئے تھے' انہوں نے اس ملک کو کچھ دیا' لیا نہیں' وہ یہاں سے کچھ لینے نہیں آئے تھے' اس کو کچھ دینے آئے تھے' وہ رہنے آئے تھے' یہاں سے جانے کے لئے نہیں آئے تھے' اگر ایسا سوچتے تو اتالہ کی ایسی شاندار و پائیدار مسجد نہ بناتے' وہ تو خدا پرستی اور انسان دوستی کی دعوت دینے آئے تھے' کہاں کے عرب؟ کہاں کے عجم؟ یہ سب ہماری بنائی ہوئی خود ساختہ حدیں ہیں' ساری دنیا کے پیدا کرنے والے ایک اللہ کی طرف سے وہ یہ تعلیم لائے تھے' انہوں نے دنیا سے لئے بغیر ساری دنیا کی خدمت کی' انہوں نے سچے موتیوں سے انسانیت کی جھولی بھر دی' اور اپنے ہاتھ خالی رکھے' اپنے بچوں کی مطلق فکر نہ کی' اور اپنے کنبے کی طرف سے آنکھیں بند کر کے' پیٹ پر پتھر باندھ کر لوگوں کی سیوا کی' ان کی تکلیفوں کو راحتوں سے بدلا۔''

تبدیلی کی ضرورت:

اب جب کہ قومی دھارے کا رُخ بدل چکا ہے' ذہنیت مسخ ہو چکی ہے' انسانی برادری حقیقت سے آنکھیں بند کر چکی ہیں' ملک و قوم اور انسانی معاشرہ بربادیوں اور تباہ کاریوں سے گزر رہے ہیں اور اولاد آدم حقیقی آرام سے محروم ہے' دوسری طرف قدرت کی تنبیہات رعد و برق کی طرح انہیں چوکنا کر رہی ہیں' ضروری ہے کہ انہیں بھولا ہوا سبق یاد دلایا جائے' محبت و الفت کا درس دے کر ان کے ذہنوں کو بدلا جائے' علمی' عملی اور فکری اقدار کے ذریعہ ایسی تبدیلی لائی جائے کہ وہ اپنے کو بھلا کر دوسروں کی رنج و خوشی کے لئے جئے' اپنا نقصان کر کے دوسروں کی کامیابی کے لئے سوچے' اپنے کو مٹا کر دوسروں کو بنائے' دوسروں کی زندگی اسے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو تا کہ انسانیت کے خزاں دیدہ چمن میں از سر نو بہار آ جائے' صدیوں سے انسانیت کی کھیتی جو خشک پڑی ہے' ایثار و ہمدردی کی پھوار سے سرسبز و شاداب ہو اور انسانوں کا ایک ایسا بلند کردار معاشرہ وجود میں آئے' جس کی اساس' اعلیٰ انسانی اخلاقیات پر ہو اور دنیا نوع انسانی کے لئے امن و سلامتی کا گہوارہ ثابت ہو سکے۔

☆☆.................☆☆

نرمی اور مہربانی، خوبیوں کا سرچشمہ

مولانا محمد اسجد قاسمی ندوی

ذرائع ابلاغ کی بددیانتی اور جانبدارانہ پالیسی ہی کا نتیجہ ہے کہ اس وقت دنیا میں اسلام کو ظلم و بربریت، وحشت ودہشت کا مذہب قرار دیئے جانے کی ہمہ جہتی کوششیں ہورہی ہیں، میڈیا اس وقت اپنی خبروں، رپورٹوں، تبصروں، تجزیوں، پروگراموں، فلموں، انٹرویوز، ٹریجڈی و کامیڈی ہر طرح کی تخلیقات اور تمام کالموں کے ذریعہ یہ تاثر عام کرنے کی فکر میں ہے کہ اسلام اور امن دونوں میں کوئی جوڑ نہیں ہے، یہ دو الگ الگ کنارے ہیں، جنہیں ایک نہیں کیا جاسکتا۔

جب کہ اسلامی تعلیمات کا ایک طائرانہ مطالعہ اور جائزہ بھی اس طرح کے تاثر کی تغلیط کے لئے کافی ہے، اسلام فی الواقع امن ومحبت، وحدت وسلامتی اور انصاف وعدل کی جس طرح نمائندگی کرتا ہے، کوئی دوسرا مذہب یا تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اہم مقصد بیان کیا گیا ہے کہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے اور تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اسلام سراپا رحمت ہے، دہشت گردی، شدت و تشدد اور ظلم و بربریت سے اس کا ہرگز کوئی ناتا نہیں ہے، اسلام غیر مسلموں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سنجیدگی سے اسلام کا مطالعہ ومشاہدہ کریں اور اسلام کے قریب آئیں، اور مسلمانوں کو یہ تاکید کرتا ہے کہ غیر مسلموں خصوصاً اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو حکمت ودانائی کے ساتھ نصیحت کریں، سمجھائیں، انہیں اسلام کے قریب لائیں، کوئی تنازعہ، عداوت اور بغض بے جا نہ ہو، قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو، مگر عمدہ طریقہ سے، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی، ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اس کے مطیع ہیں۔"

(سورۂ عنکبوت: ۴۶)

آیت صاف واضح کررہی ہے کہ متبعین اسلام ہر مرحلہ پر شائستگی، شرافت اور معقولیت کا ثبوت دیں، سختی کا جواب نرمی سے، غصہ کا جواب حلم سے اور جاہلانہ گفتگو اور شوروغوغا کا جواب نرم اور باوقار گفتگو سے دیں۔

ہاں اگر مثبت وسنجیدہ گفتگو اور معقولیت کے مقابلہ میں مخاطب عناد وہٹ دھرمی سے کام لے تو اس کا جواب عاجزی ومسکینی سے نہیں، بلکہ ترکی بہ ترکی دیا جاسکتا ہے، مگر اس صورت میں بھی بہتر یہی ہے کہ نرمی اور معقولیت کو پیش نظر رکھا جائے۔

قرآن کریم کی سورۂ نحل میں مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ بھی اسی طرح کے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے، فرمایا گیا:

"آپ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ پند ونصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور لوگوں سے بہترین طریقہ پر مباحثہ کیجئے۔" (سورۂ النحل: ۱۲۵)

قرآن میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے تمام مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ عفو ودرگزر کا طریقہ اختیار کیا جائے، برائی کو اچھائی سے دور کیا جائے، صبر وتحمل اور ضبط نفس کی عادت ڈالی جائے اور کسی بھی مرحلہ پر دامنِ عدل وانصاف ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے، اصل فکر یہ رہے کہ مخاطب کے دل میں حق اتار دیا جائے اور راہ راست دکھا دی جائے، دلائل اگر معقول ہوں گے، اسلوب متین ومہذب ہوگا، افہام وتفہیم کی غرض سے گفتگو ہوگی، تو ضرور مخاطب کے افکار کی اصلاح ہوگی، قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ نرمی کو اختیار کرنے کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں:

"بھلائی اور برائی یکساں نہیں ہیں (مخالفین کے حملوں کی) مدافعت ایسے

طریقہ سے کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ وہی شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی، وہ ایسا ہوگیا جیسے گرم جوش دوست ہے۔“ (سورۂ حم السجدہ:۳۴)

اسلام اتنا امن پسند مذہب ہے کہ وہ حالت جنگ میں بھی مسلمانوں کو ظالمانہ کارروائیوں سے روکتا ہے، بے قصوروں کو چھیڑنے سے منع کرتا ہے، وحشیانہ حرکتوں پر ٹوکتا ہے اور یہ حکم دیتا ہے:

”اگر دشمن صلح و سلامتی کی طرف مائل ہوں، تو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہوجاؤ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔“

(سورۂ انفال:۶۱)

جو ہاتھ صلح کی پیشکش کے جواب میں صلح کے لئے بڑھیں، وہ اخلاقی اسپرٹ بیدار کرنے میں بے حد ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں اور وہ چومنے کے قابل ہیں، بلکہ قرآن تو یہ کہتا ہے:

”اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو، جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (سورۂ ممتحنہ:۸)

جو غیر مسلم مسلمانوں کے درپے آزار نہ ہوں، سازشی نہ ہوں، ان کے ساتھ احسان، خیر خواہی و ہمدردی، نفع رسانی، مواسات و مدارات سب کا حکم ہے، البتہ جو سازشی یا درپے آزار ہوں، تو ان کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری نہ کی جائے گی، عدل و انصاف تمام غیر مسلموں کے ساتھ ہوگا، خواہ وہ درپے آزار ہوں یا نہ ہوں۔

ایسے ہی ظاہری خوش خلقی (مصالح کی رعایت کے ساتھ) اور معاملات تجارت وغیرہ کا جواز بھی تمام کافروں کے ساتھ ہے، بشرطیکہ اس میں خود مسلمانوں کا نقصان نہ ہو، البتہ قلبی دوستی ہر غیر مسلم سے حرام ہے۔

سیرت نبوی اور سیرت صحابہ، تابعین اور مصلحین میں اس طرح کی مثالیں بھری پڑی ہیں کہ غیر مسلموں سے خوشگوار تعلقات رہے، ان کے ساتھ نرمی و انصاف کا ہر موقع پر لحاظ کیا گیا، کفار کے ساتھ احسان، مواسات، خوش خلقی اور نرم روئی کا جیسا معاملہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

فتح مکہ کے موقع پر تمام دشمنانِ دین کو یک لخت معاف کردینا آپ کی غایت رحمت تھی اور اسی وجہ سے آپ نے ان کے دل جیت لئے تھے، اور حلقہ اسلام بے حد وسیع ہوگیا تھا، مکہ کے لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا، تو آپ نے بروقت ان کی امداد فرمائی، غیر مسلم قیدیوں کے ساتھ سگے بھائیوں جیسا سلوک فرمایا، طائف میں لہولہان ہوئے، پھر بھی دعائے ہدایت کی، کبھی انتقام نہ لیا۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں نرمی اور صبر کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا:

”درحقیقت نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے، اس کو زینت بخش دیتی ہے، اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے، وہ عیب دار ہوجاتی ہے۔“ (مسلم)

نرمی، ملائمت، فروتنی، اپنے ساتھیوں کے لئے مہربان و نرم خو ہونا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا اور ہر کام اطمینان و خوش اسلوبی سے انجام دینا، مطلوب ہے، جب کہ سختی، ترش روئی، بدمزاجی اور بدخلقی مذموم خصلتیں ہیں، اخلاقیات میں اس کو بنیادی دخل ہے کہ انسان لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور درشتی وسختی کا رویہ اختیار نہ کرے۔ ایک حدیث میں ہے:

”بلاشبہ خداوند قدوس خود مہربان ہے اور ہر معاملہ میں نرمی و مہربانی پسند فرماتا ہے۔“ (بخاری)

خود اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بتائی جارہی ہے کہ وہ بڑا نرم و مہربان ہے، اور نرمی و مہربانی اس کی ذاتی صفت ہے، اور اسے یہ بات خوب پسند ہے کہ اس کے بندے باہم نرمی و مہربانی کا رویہ اپنائیں، بلکہ ایک حدیث میں مزید تشریح ہے:

”وہ نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا کہ درشتی اور سختی پر نہیں دیتا اور جتنا نرمی کے سوا کسی دوسری چیز پر بھی نہیں عطا فرماتا۔“ (مسلم)

خداوند قدوس کا نرمی و مہربانی کو پسند فرمانا خود بندگان خدا کے منافع و مصالح کے پیش نظر ہے کہ باہم نرمی و شفقت اور مروت و مہربانی کے جذبات کو فروغ دینا اور پروان چڑھانا ایک ایسی امتیازی خوبی اور کمال ہے جس کے ذریعہ پورے معاشرہ کو اطمینان و سکون عطا کیا جاسکتا ہے اور متنوع پریشانیوں اور تکلیفوں سے بچا جاسکتا ہے، اسی لئے جس معاشرہ میں یہ عنصر مودت پیدا ہوجاتا اور جڑ پکڑ لیتا ہے، وہ انتہائی امن و سکون اور راحت و چین کی زندگی بسر کرتا ہے اور اس نرمی پر اس کو منجانب اللہ بڑے عطیات، فراخیوں اور اجر سے نوازا جاتا ہے اور مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا کی جاتی ہے۔

بعض حضرات اپنے معاملات اور طبیعتوں میں سخت ہوتے ہیں اور بعض نرم و مہربان، ناواقف حضرات یہ باور کرتے ہیں کہ سخت رویہ سے مقاصد میں جلد کامیابی مل جاتی ہے اور لوگوں پر رعب پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی

تردید اور اصلاح فرمائی ہے اور نرمی و مہربانی کو اللہ کی ذاتی صفت قرار دیا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی محبوب چیز بتایا ہے' اصلاً مقاصد کی تکمیل و عدم تکمیل تو اللہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہے' مگر اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ نرمی پر اپنے عطیات کا ابر کرم برساتا ہے اور کسی چیز پر اتنی داد و دہش نہیں فرماتا' جتنا نرمی پر فرماتا ہے' نرمی ہی وہ صفت ہے جو اللہ کی مہربانی اپنی طرف منعطف کرانے کا واحد ذریعہ ہے۔

نرمی ہر چیز کو زینت بخشتی ہے' جمال و کمال عطا کرتی ہے اور درشت خوئی ہر چیز کو عیب دار بناتی ہے' ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک اونٹ پر سوار ہونا چاہا تو وہ بدکا' تو انہوں نے اسے سخت سست کہا' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! نرمی کرو' مہربانی سے کام لو' درشتی نہ کرو' برا بھلا مت کہو' نرمی ہر چیز کو زینت عطا کر دیتی ہے اور سختی عیب پیدا کر دیتی ہے۔

احادیث میں ایک اعرابی کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا' لوگ اسے مارنے اور ہٹانے کو دوڑے' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور وہاں پانی ڈال دو' تم آسانیاں کرنے والے بنائے گئے ہو' نہ کہ سختیاں کرنے والے' اسی لئے ایک حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم آسانی و نرمی کرو' سختی نہ کرو اور مشکلات نہ پیدا کرو۔ (بخاری و مسلم)

حدیث ہی کا مضمون ہے کہ جس میں نرمی کی صفت نہیں ہوتی' وہ خیر سے محروم ہوتا ہے' انسان کی اکثر خوبیوں کا سرچشمہ نرم روی اور مہربانی ہے' ظاہر ہے کہ جب نرم روی نہ رہے گی تو ہر طرح کی اچھائی سے لازماً محرومی ہوگی۔

مشہور صحابی حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا' اس لئے میرا ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق نہ ہوتا تھا اور نوعمری کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں بھی ہو جاتی تھیں' لیکن دس سال کی اس مدت میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اُف کہہ کر بھی نہیں ڈانٹا' اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ (ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی کا ذکر قرآن میں بھی کیا گیا ہے:

''یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لئے بڑے نرم مزاج واقع ہوئے ہیں' ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگ دل ہوتے' تو یہ سب گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔''

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی دعوت کی تیز رو کامیابی اور مقبولیت کا سہرا بفضل خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نرمی اور مزاج میں سرتاسر شفقت کے سر بندھتا ہے' اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کے دل بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کھنچتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کو فتح نہ کر پاتے۔

بہر حال نرمی اور ملاطفت بہت ہی محمود اوصاف ہیں' ہاں یہ ضرور ہے کہ شریعت میں اس کی بھی حدود مقرر ہیں' جہاں دین کی توہین ہو رہی ہو یا احکام دین کے اجراء کی ضرورت ہو' وہاں سختی اور سزا لازمی ہو جاتی ہے اور ایسے مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے انتہا سخت ہو جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ بقیہ عام حالات میں درشت خوئی اور غلظت قلب طبعی طور پر لوگوں کو بھگاتی' دور کرتی اور متنفر کرتی ہے۔

داعیٔ دین اور عالم و مبلغ کو خصوصاً بہت خوش خلق اور خندہ رو ہونا چاہئے' دین کی طرف لوگوں کا کشاں کشاں آنا اسی طرح ممکن ہے' جب کہ خشونت اور تنگ دلی کا اظہار دعوت و تبلیغ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ہر شب کو سحر کرنے کی کوشش اسی وقت کامیاب ہوگی' جب وسعت و نرمی ہو اور درشتی و بیزاری کا نام و نشان تک نہ ہو' یہی تمام خیر کی اساس اور اصل ہے اور اس سے محرومی بہت بڑا خسارہ ہے۔

اسلام کی ان اعلیٰ تعلیمات کو پیش کرنے کے بجائے اسے تشدد و ظلم کا دین ظاہر کرنے کی جو کوششیں میڈیا کر رہا ہے' وہ عصر حاضر کا ایک زبردست المیہ اور حق و واقعیت کے ساتھ بھیانک ناانصافی اور ظلم ہے' اسلام کی تمام تعلیمات جس جوہر اعتدال سے آراستہ ہیں وہ ایک گوہر نایاب ہے' جنس گراں مایہ ہے جو خال خال بھی نہیں ملتی ہے۔

ظالم کے ظلم کا دفاع اور اپنا بچاؤ اسلام میں فرض ہے' یہ تشدد نہیں ہے بلکہ امن پسندی ہے' اب جو لوگ اسلام کا مطلب یہ سمجھنا چاہتے ہوں کہ ظالم کے ظلم کا دفاع بھی نہ کیا جائے اور ہر وار سہ لیا جائے تو وہ جان لیں کہ اسلام اور اہل اسلام نرم چارا نہیں ہیں' اور وہ تر نوالہ نہیں ہیں' بلکہ اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکو اور مظلوم کا ساتھ دو۔ امن پسندی کی یہ تشریح کی:

''ظالم کا ظلم برداشت کرلیا جائے' اور اسے شیر بنے ہی رہنے دیا جائے' اور اپنے کو بزدل ظاہر کیا جائے۔''

یہ ایک غیر اسلامی تشریح ہے' اسلام کی امن پسندی وہ ہے' جسے اقبال مرحوم نے یوں بیان کیا ہے:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مؤمن

☆☆..........☆☆

نزولِ عیسیٰ، ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج

کامران احمد

"یَسْئَلُونَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ"

یہ ان تین سوالوں میں سے ایک ہے‘ جو یہود مدینہ نے مشرکین کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا اور نبوت کی دلیل قرار دیا تھا۔ قرآن نے ذوالقرنین کا قصہ بہت تفصیل سے بیان کرکے یہود کو لاجواب کردیا‘ مگر پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔

ذوالقرنین ایک صالح‘ نیک اور عادل بادشاہ تھا‘ جو مشرق و مغرب میں گیا اور ان کے ممالک کو زیر نگیں کیا اور ان میں عدل و انصاف کی حکمرانی قائم کی۔ مفتوحہ قوموں کے لئے وہ سراپا رحمت و شفقت تھا۔ اس نے تمام بھاری ٹیکس اور خراج بالکل معاف کردیا تھا۔

اس کے سخت دشمن بھی جب اس کے سامنے گرفتار کرکے لائے گئے‘ تو اس نے ان کی معافی کا اعلان کردیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ہر طرح کے سامان اپنے مقاصد پورا کرنے کے لئے عطا کردیئے گئے تھے۔

انہوں نے فتوحات کرتے ہوئے تین اطراف میں سفر کئے: مغرب اقصیٰ تک اور مشرق اقصیٰ تک‘ پھر جانب شمال میں کوہستانی سلسلوں تک۔

اسی جگہ اس نے دو پہاڑوں کے درمیان درّے کو ایک عظیم الشان آہنی دیوار کے ذریعہ بند کردیا‘ جس سے اس علاقہ کے لوگ‘ یاجوج ماجوج کی تاخت و تاراج سے محفوظ ہوگئے۔

ذوالقرنین کی تحقیق:

ذوالقرنین کے معاملے میں یہ عجیب و غریب اتفاق ہے کہ اس نام سے دنیا میں متعدد بادشاہ مشہور ہوئے ہیں‘ اور ہر زمانے میں ذوالقرنین کے ساتھ "سکندر" بھی شامل تھا۔ اسی وجہ سے اس کی شخصیت کی تعیین میں مفسرین‘ محدثین اور مؤرخین کا اختلاف ہے کہ سکندر ذوالقرنین سے کون ذوالقرنین مراد ہے؟

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ان اختلافات کو بالتفصیل ذکر کیا ہے‘ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"۱:...... ملوک حمیر یمن میں سے ایک پرقوت بادشاہ العصب قرین بن الہمال گزرا ہے۔ عرب اس کو ذوالقرنین کہتے تھے اور ان کے مؤرخین کا خیال یہ تھا کہ یہی قرآنی ذوالقرنین ہے۔

۲:...... ملک حیرہ (سرحد ایران و عرب) کے خاندان الخمیہ کا فرمانروا بن امرئ القیس جو منذر الاکبر بھی کہلاتا ہے‘ وہ بھی اسی لقب کا حامل ہے‘ اس لئے کہ اس کی پیشانی کے دونوں طرف گھونگر والے کاکل تھے‘ اس کی مدت سلطنت ۹۲ سال رہی اور اس کی ماں کا نام ماء السماء تھا۔

۳:...... مفسرین کا بڑا گروہ اس طرف گیا ہے کہ یہ قرآنی ذوالقرنین یونان کا مشہور کشور کشا اسکندر مقدونی ہوا ہے۔

۴:...... اسکندر سے مراد یہ مشہور سکندر مقدونی نہیں‘ بلکہ ایک قدیم تر سکندر ہے‘ جو موحد تھا اور حضرت ابراہیمؑ کا ہم عصر‘ یعنی سکندر مقدونی سے دو ہزار سال قبل تھا‘ تاریخ اس سکندر کے ذکر سے خاموش ہے۔

۵:......جس کے نام کے تلفظ مختلف زبانوں میں سائرس‘ گورش‘ کے خسرو ہیں اس کی وفات ۵۳۹ ق۔م میں ہوئی ہے۔ یہ فارس اور میڈیا دونوں ملکوں کا متفقہ بادشاہ تھا اور اپنے زمانے کا بڑا مشہور فاتح و کشور کشا تھا۔" (تلخیص تفسیر ماجدی جلد سوم ص ۱۵۱‘ ۱۵۲ مطبوعہ مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ سن اشاعت ۲۰۰۲ء)

ثالث الذکر ذوالقرنین جس کو سکندر یونانی‘ مقدونی‘ رومی وغیرہ کے القاب سے جانا جاتا ہے‘ اس کا وزیر مشہور فلسفی ارسطو تھا‘ اس کو قرآنی ذوالقرنین کہنا سراسر غلط ہے‘ کیونکہ یہ شخص آتش پرست‘ مشرک تھا۔

قرآن کریم نے جس ذوالقرنین کا ذکر کیا ہے' ان کے نبی ہونے میں تو علماً کا اختلاف ہے' مگر مومن و صالح ہونے میں سب کا اتفاق ہے' اور خود قرآن کریم کے نصوص اس کے صالح و نیک ہونے پر شاہد ہیں۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص ۶۳۰ مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی' سن اشاعت ۱۹۹۸ء)

مؤخر الذکر ذوالقرنین جس کو مختلف نام سایرس' گوروش' کے خسرو سے جانا جاتا ہے' یہ مسلمان عادل بادشاہ تھا اور اس کے وزیر حضرت خضرؑ تھے اور حضرت خضرؑ نبی تھے۔ (قصص القرآن جلد سوم ص ۱۲۵ مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی، سن اشاعت ۱۹۷۳ء)

قرآن کریم نے جن اوصاف و کمالات کا ذکر کیا ہے' وہ تمام اوصاف و کمالات اس میں پائے جاتے ہیں' حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ جلد دوم ص ۱۰۵' ۱۰۶ اور تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۳۲۶ میں اور صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم ص ۲۶۲ میں مختلف دلائل سے اسی کو قرآنی ذوالقرنین ثابت کیا ہے۔

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن جلد چہارم میں اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے' تاریخ کے بیانات اور یہود کی مذہبی کتابوں کے حوالہ سے اپنا نقطۂ نظر ثابت کیا ہے' انہوں نے جو کچھ لکھا ہے' اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۵۵۹ قبل از مسیح میں ایک غیر معمولی شخصیت ''سایرس'' غیر معمولی حالات کے اندر ابھری اور اچانک تمام دنیا کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں' پہلے ایران کی سلطنت دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی' جنوبی حصہ فارس کہلاتا تھا اور شمالی مغربی میڈیا (یہ وہ ہے جس کو عرب مؤرخ ''ماہات'' کے نام سے یاد کرتے ہیں)' اس کی کوششوں سے دونوں مملکتوں نے مل کر ایک عظیم الشان شہنشاہی کی صورت اختیار کر لی' پھر اس کی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ چنانچہ ابھی بارہ برس کی مدت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ بحر اسود سے لے کر بکٹیریا (Bactria) ''باختر'' تک ایشیا کی تمام عظیم الشان مملکتیں اس کے آگے سربسجود ہو چکی تھیں۔ (تلخیص ترجمان القرآن جلد چہارم ص ۴۴۰ تا ص ۴۴۲)

ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے امام بغویؒ سے سات اقوال نقل کئے ہیں:

''۱:...... آفتاب کے دو کنارے ہیں' مشرق و مغرب ذوالقرنین دونوں کناروں تک جا پہنچا تھا۔

۲:...... روم اور فارس دونوں کا بادشاہ تھا۔

۳:...... روشن دنیا میں بھی رہا اور ظلمات میں بھی داخل ہوا' (شاید یہ مراد ہے کہ افریقہ' بلاد سوڈان اور روم دونوں جگہ گیا نور سے مراد گوروں کا ملک اور ظلمت سے مراد کالوں کا ملک)۔

۴:...... اس نے خواب دیکھا تھا کہ آفتاب کے دونوں کنارے اس نے پکڑ لئے ہیں۔

۵:...... اس کے دو خوبصورت گیسو تھے (قرن گیسو یا زلف)۔

۶:...... اس کے دو سینگ یعنی سر میں دو ابھار تھے' جن کو عمامہ سے چھپائے رکھتا تھا' ابن عبدالحکمؒ نے یونس بن عبیہ کی روایت سے اور شیرازی نے الالقاب میں قتادہؒ کے حوالہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

۷:...... ابوالطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ: اس نے اپنی قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی' قوم نے اس کے سر کے دائیں طرف ایسی چوٹ ماری کہ وہ مر گیا' پھر اللہ نے اس کو زندہ کیا' اور اس نے قوم کو اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کی' قوم نے پھر اس کے سر کے بائیں جانب ایسی ضرب لگائی کہ وہ مر گیا' پھر اللہ نے اس کو زندہ کر دیا۔'' (تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم ص ۲۶۲' ۲۶۳ مطبوعہ دار الاشاعت)

اس کے علاوہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے بھی قصص القرآن جلد سوم میں مذکورہ وجوہات کے ساتھ اور بھی وجوہ بیان کی ہیں' وہ مندرجہ ذیل ہیں:

''۱:...... اس کی زلفیں دراز تھیں اور وہ ہمیشہ اپنے بالوں کے دو حصے کرتا اور ان کی پٹیاں گوندھ کر دونوں کاندھوں پر ڈالے رکھتا تھا' دونوں کو قرن سے تشبیہ دے کر اس کو یہ لقب دیا گیا' یہ قول حسن بصریؒ کی جانب منسوب ہے۔

۲:...... وہ نجیب الطرفین تھا' اس لئے والدین کی نجابت کو قرنین کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور ذوالقرنین لقب ہوا۔

۳:...... اس نے اس قدر طویل عمر پائی کہ انسانی دنیا کے دو قرن (صدیوں) تک زندہ رہا۔

۴:...... وہ جب جنگ کرتا تو بیک وقت دونوں ہاتھوں سے ہتھیار چلاتا‘ بلکہ دونوں رکابوں سے بھی ٹھوکر لگاتا۔

۵:...... وہ ظاہر و باطن دونوں علوم کا حامل تھا۔“ (قصص القرآن جلد سوم ص ۱۵۱‘۱۵۲)

ذوالقرنین نبی تھے یا عبد صالح؟

ذوالقرنین کے نبی یا رسول یا محض عبد صالح ہونے میں بھی مفسرین و محدثین کا اختلاف ہے‘ سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی جانب گئی ہے کہ ذوالقرنین محض عبد صالح ہیں‘ نبی یا رسول نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے قصص القرآن میں بالتفصیل اس پر روشنی ڈالی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

”حضرت علیؓ کی اس روایت میں کہ جس میں ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے‘ ان کا یہ قول موجود ہے:

”ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ‘ وہ ایک انسان تھے‘ جنہوں نے اللہ کو محبوب رکھا‘ پس اللہ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔“

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے‘ بلکہ ایک نیک اور صالح بادشاہ تھے:

”حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھے‘ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب قرآن میں اس کی تعریف فرمائی‘ اور وہ فاتح کامیاب بادشاہ تھا۔“

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ بھی ذوالقرنین کو صالحین میں سے مانتے ہیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق ہے کہ وہ صالحین میں سے تھے‘ چنانچہ عقیدۃ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں:

”بلکہ وہ نیک بادشاہوں میں سے تھا اور اس کا نسب قدیم سامیوں میں ملتا ہے۔“ (قصص القرآن جلد سوم ص ۲۴۴‘۲۴۵)

ان کے علاوہ اور بھی مفسرین و محدثین ان کے فقط عبد صالح اور نیک بادشاہ ہونے پر متفق ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور جو لوگ ان کے نبی ہونے کے قائل ہیں‘ وہ قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

”اور ہم نے اس کو ہر چیز کا سامان دیا تھا۔“ (سورۂ کہف پ۱۶ آیت ۸۴)

اس آیت کریمہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ضحاکؒ وغیرہ دوسرے مفسرین نے ذوالقرنین کو نبی مانا ہے‘ بعض نے مرسل اور بعض نے غیر مرسل۔ (حیات خضرؑ از مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب دیوبندی)

اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے ان کو ہر چیز عطا فرمائی‘ اور اس میں سے نبوت بھی ہے:

”ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تو‘ تُو ان لوگوں کو تکلیف دے اور یا رکھ ان میں خوبی‘ بولا: جو کوئی ہوگا بے انصاف‘ سو ہم اس کو سزا دیں گے‘ پھر لوٹ جائے گا اپنے رب کے پاس‘ وہ عذاب دے گا اس کو برا عذاب۔“

(سورۂ کہف پ۱۶ آیت ۸۶ تا ۸۷)

اس آیت کو دلیل بنا کر ابوحیان نے بحر محیط میں فرمایا کہ ذوالقرنین کو جو یہاں حکم دیا گیا ہے‘ وہ اس قوم کے قتل و سزا کا حکم ہے‘ اس طرح کا کوئی حکم بغیر وحی نبوت کے نہیں دیا جاسکتا‘ یہ کام نہ کشف و الہام سے ہوسکتا ہے‘ نہ بغیر وحی نبوت کے کسی اور ذریعہ سے‘ اس لئے اس کے سوا کوئی احتمال صحیح نہیں کہ یا ذوالقرنین کو خود نبی مانا جائے یا پھر کوئی نبی ان کے زمانے میں موجود ہوں‘ ان کے ذریعہ ان کو خطاب ہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔ (معارف القرآن جلد پنجم ص ۶۳۴)

بعض حضرات حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی جانب یہ نسبت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ذوالقرنین کو نبی مانتے ہیں:

”عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ: ذوالقرنین نبی تھے۔“

(قصص القرآن جلد سوم ص ۲۴۵)

بہرحال راجح قول یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے‘ بلکہ عادل اور صالح بادشاہ تھے‘ چنانچہ حافظ عمادالدین ابن کثیرؒ اپنا آخری فیصلہ دیتے ہیں:

”اور صحیح یہ ہے کہ ذوالقرنین عادل بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔“

(قصص القرآن جلد سوم ص ۲۴۵)

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”تو اول ذوالقرنین ایک عبد صالح مومن تھا اور عادل بادشاہ تھا‘ اس کے وزیر خضرؑ تھے اور وہ (خضر) اس تحقیق کے مطابق‘ جو ہم بیان کرچکے ہیں‘ بے شک نبی تھے۔“ (قصص القرآن جلد سوم ص ۲۴۶)

ذوالقرنین کا مذہب:

قرآن کریم کی آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مومن‘ موحد اور آخرت پر یقین

رکھنے والا بادشاہ تھا' تاریخوں سے بھی اس بات کی تائید و تصدیق ہوتی ہے' سائرس زردشت کا ہم منصب اور اس کا پیرو تھا۔ زردشت کی اصل تعلیمات میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا صحیح تصور ملتا ہے' اگرچہ بعد میں دیگر مذاہب کی طرح یہ مذہب بھی تحریفات کی دست برد سے محفوظ نہیں رہا' بلکہ ثنویت کے تصورات اس پر غالب آ گئے' دارا اپنے کتبوں میں اہورموزدہ (اللہ) کا شکر ادا کرتا ہے' اپنی سلطنت کو اسی کے فضل و کرم کی طرف منسوب کرتا ہے' اور اس سے راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق مانگتا ہے' ظاہر ہے کہ یہ دین داری اس کو ذوالقرنین ہی سے وراثت میں ملی تھی۔ ذوالقرنین کو انبیاءً بنی اسرائیل سے بھی بڑی عقیدت تھی' یہ چیزیں اس کے اندر دینی رجحانات کی تقویت کا باعث ہوئیں۔ (تدبر قرآن جلد چہارم ص ۶۱۹ مطبوعہ تاج کمپنی دہلی)

دارا کے کتبوں میں سے ایک کتبہ جو اس کے مومن' موحد' مسلمان ہونے پر دلالت کرتا ہے' وہ یہ ہے:

''خدائے برتر اہورموزدہ ہے' اسی نے زمین پیدا کی' اسی نے آسمان بنایا' اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمراں اور آئین ساز بنایا۔ اہورموزدہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بادشاہت دی اور اسی کے فضل سے میں نے زمین میں امن و امان قائم کیا۔ میں اہورموزدہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے میرے خاندان کو ان تمام ملکوں کو محفوظ رکھ' اے اہور موزدہ! میری دعا قبول کر' اے انسان! اہورموزدہ کا تیرے لئے حکم ہے کہ برائی کا دھیان نہ کر' صراط مستقیم کو نہ چھوڑ' گناہ سے بچتا رہ۔''

(قصص القرآن جلد سوم ص ۱۷۴)

''حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئة''

ذوالقرنین نے تین بڑی مہمات سر کی تھیں' ان کے ذریعہ تقریباً دنیا کے اکثر حصہ کا احاطہ کر لیا تھا' پہلا سفر جانب مغرب' دوسرا مشرق کی سمت اور تیسرا شمال کی طرف' ان کا ذکر قرآن نے یہاں سے کیا ہے۔

مغربی مہم:

بلغ مغرب الشمس سے مراد مغرب میں ساحل سمندر تک پہنچنا ہے یعنی سمت مغرب میں منتہائے خشکی پر۔

تاریخ و جغرافیہ کی شہادت یہ ہے کہ سکندر ''ذوالقرنین'' کی ابتداء فتوحات کی سمت (یعنی مغربی سمت میں) ایک بڑی جھیل آکریڈا کے نام سے جنوبی سربیا (موجودہ یوگوسلاویہ) میں واقع ہے۔ مناسیتا سے کوئی پچاس میل جانب مغرب اس کا پانی جن زمین دوز چشموں سے آتا ہے' وہ بڑے گدلے ہیں یا سیاہی مائل' یہاں تک کہ جو دریا اس جھیل سے نکلا ہے' اس کا نام بھی دریائے سیاہ ہے۔ (تفسیر ماجدی جلد سوم ص ۱۵۴' ۱۵۵)

امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے ترجمان القرآن حصہ چہارم میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے:

''تخت نشینی کے بعد سب سے پہلی جنگ جو اسے پیش آئی' وہ لیڈیا کے بادشاہ کروئیسس سے تھی' لیڈیا سے مقصود ایشیائے کوچک کا مغربی اور شمالی حصہ ہے' جو یونانی تمدن کا ایشیائی مرکز بن گیا تھا' جس کا پایہ تخت سارڈیس تھا' اس جنگ میں بھی وہ فتحیاب ہوا' اور ایشیائے کوچک بحر شام سے لے کر بحر اسود تک اس کے زیر نگیں تھا' وہ برابر بڑھتا گیا' یہاں تک کہ مغربی ساحل تک پہنچ گیا' قدرتی طور پر اس کے قدم یہاں پہنچ کر رک گئے' اس لئے کہ سمندروں کی موجوں پر چلنے کے لئے اس کے پاس کوئی سواری نہ تھی

جب سائرس' سارڈیس کی تسخیر کے بعد آگے بڑھا ہوگا' تو یقیناً بحر ایجین کے اسی ساحلی مقام پر پہنچا ہوگا' جو سمرنا کے قرب و جوار میں واقع ہے' یہاں اس نے دیکھا ہوگا کہ سمندر نے ایک جھیل کی سی شکل اختیار کر لی ہے' ساحل کی کیچڑ سے پانی گندلا ہو رہا ہے' اور شام کے وقت اسی میں سورج ڈوبتا دکھائی دیتا ہے' اسی صورت حال کو قرآن نے وجدھا تغرب فی عین حمئة سے بیان کیا ہے۔'' (ترجمان القرآن جلد چہارم بحوالہ معرکہ ایمان و مادیت ص: ۱۰۹ از حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ)

''و وجد عندھا قوماً''

اس سیاہ چشمے کے پاس ذوالقرنین نے ایک قوم کو پایا' آیت کے اگلے حصے: ''اما ان تعذب الخ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کافر تھی' اسی وجہ سے اللہ نے ان کو اختیار دے دیا کہ آپ چاہیں تو ان سب کو پہلے ان کے کفر کی سزا دیں' یا تو ان سے احسان کا معاملہ کریں۔

مشرقی مہم:

مطلع الشمس سے مراد سمت مشرق میں منتہائے آبادی پر پہنچنا ہے۔

مشرقی مہم کے اسباب:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کا سبب مکران‘ قندھار اور بلخ کے وحشی اور صحراءگرد قبائل کی سرکشی سے ہوئی۔ انہوں نے فارس کی مشرقی سرحد پر بدامنی پھیلا رکھی تھی‘ بالآخر ذوالقرنین کو ان کی سرکوبی کے لئے اٹھنا پڑا اور یہ سارے علاقے اس نے فتح کرلئے۔ (تدبر قرآن جلد چہارم)

مشرقی مہم کے متعلق حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے‘ اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

”دوسری لشکر کشی مشرق کی طرف تھی‘ اس پیش قدمی میں وہ مکران اور بلخ تک پہنچ گیا‘ اور ان وحشی اقوام پر فتح حاصل کی‘ جو تہذیب وتمدن سے بیگانہ تھیں‘ یہ ٹھیک ٹھیک قرآن کے اس اشارے کی تصدیق کرتا ہے: وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا سترا اسے ایسی قوم ملی‘ جو سورج کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھتی تھی‘ یعنی خانہ بدوش قبائل تھے۔ (ترجمان القرآن جلد چہارم بحوالہ معرکہ ایمان ومادیت صفحہ ۱۰۹ از حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ)

یہ مہم ۵۴۰۔۵۴۵ قبل از مسیح کی درمیانی مدت میں واقع ہوئی ہوگی۔ (ترجمان القرآن جلد چہارم ص ۴۴۳)

شمالی مہم کے اسباب:

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے قصص القرآن میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے‘ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

”ذوالقرنین (خورس) سے تقریباً پچاس برس پہلے بابل کی حکومت پر بخت نصر نظر آتا ہے‘ اور اس زمانے کے عقائد کے مطابق وہ نہ صرف بادشاہ تھا‘ بلکہ بابلی اصنام میں سب سے بڑے صنم کا مظہر اور دیوتا بھی سمجھا جاتا تھا‘ وہ ایک بہت بڑا ظالم بادشاہ تھا‘ وہ جس حکومت کو چاہتا اپنے قہر وغضب کا شکار بنا کر اس کے باشندوں کو ہولناک اور سخت عذاب میں مبتلا کرکے ہلاک کردیتا‘ اس نے اپنے دور حکومت میں یروشلم (بیت المقدس) پر تین مرتبہ حملہ کیا‘ اور فلسطین کو تباہ وبرباد کرکے تمام باشندوں کو مویشیوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا‘ لیکن کچھ عرصہ بعد بخت نصر مرگیا اور اس کا جانشین نایونی دس مقرر ہوا‘ مگر اس نے حکومت کا تمام بار شاہی خاندان کے ایک شخص بیل ساز کے اوپر ڈال دیا‘ یہ شخص بہت عیاش وظالم تھا۔

اہل بابل عرصہ سے بیل سازر کے مظالم سے چھٹکارا پانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے کہ ان کے بعض سرداروں نے مشورہ دیا کہ ایران کے زبردست عادل بادشاہ سے مدد حاصل کی جائے‘ چنانچہ ۵۴ ق۔م میں بابلی سرداروں کا ایک وفد خورس کے پاس اس وقت پہنچا‘ جب کہ وہ مشرقی مہم میں مصروف تھا‘ خورس نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو اطمینان دلایا کہ اپنی اس مہم سے فارغ ہوکر ضرور بابل پر حملہ کرے گا اور اس ظالم وعیاش بادشاہ سے نجات دلائے گا‘ خورس جب اپنی مہم سے فارغ ہوگیا‘ تو حسب وعدہ اس نے بابل پر حملہ کردیا۔“ (تلخیص قصص القرآن جلد سوم صفحہ ۱۶۹‘۱۷۱)

بابل جیسے مضبوط دارالسلطنت پر حملہ کرکے بنی اسرائیل کو بادشاہ کے مظالم سے نجات دلائی‘ اس کے بعد اس نے اپنی لشکر کشی ایسے علاقے تک کی‘ جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے‘ اس میں وہ بحر خزر (کاسپین) کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشا کے سلسلے کوہ تک پہنچ گیا تھا‘ وہاں اسے ایک درّہ ملا‘ جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا‘ اس مقام پر جب وہ پہنچا‘ تو ایک قوم نے اس سے یاجوج ماجوج قبائل کے تاراج کی شکایت کی‘ جس کو قرآن نے یوں بیان فرمایا:

”ان لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج ہماری زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔“ (سورۂ کہف پ۱۶ آیت ۹۴)

یہی وہ درّہ ہے‘ جہاں سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ میں تاخت وتاراج کیا کرتے تھے‘ چنانچہ ذوالقرنین نے لوہے اور تانبے کی ایک سد (دیوار) قائم کردی۔

یاجوج ماجوج کون تھے؟

یاجوج ماجوج کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے جو کچھ لکھا ہے‘ اس کا خلاصہ یہ ہے:

”عہد عتیق کے صحیفے حزقی ایل کے باب ۳۸‘۳۹ میں یاجوج ماجوج کا ذکر بار بار آیا ہے‘ لیکن کچھ تفصیلات بیان نہیں

ہوئی ہیں۔ بائبل کے شارحین بھی آج تک ان کی تعیین میں مضطرب ہیں' کوئی یاجوج ماجوج کو دو قومیں قرار دیتا ہے' کوئی کہتا ہے کہ یاجوج ماجوج قوم کا نام نہیں' مقام کا نام ہے' عام طور پر ان لوگوں کی سکونت ایشیائے کوچک اور آرمینیا میں سمجھی گئی ہے۔''

(تلخیص تفسیر ماجدی جلد سوم ص۱۵۸)

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے یاجوج ماجوج کے بارے میں جو اقوال ذکر کئے ہیں' ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ: یاجوج ماجوج یافث بن نوح کی نسل سے ہیں۔ ضحاکؒ نے کہا ہے کہ: وہ ترکوں کی ایک نسل سے ہیں۔ سدی نے کہا: ترک یاجوج ماجوج کا ایک فوجی دستہ تھا' جو پہاڑوں سے ورے نکل آتا تھا' جب ذوالقرنین نے دیوار (سدّ) بنادی' تو وہ دستہ پہاڑوں سے ادھر ہی رہ گیا' تمام ترک اسی کی نسل سے ہیں۔ قتادہ نے کہا کہ: یاجوج کے ۲۲ قبائل تھے' ذوالقرنین نے سدّ بنائی' تو ایک قبیلہ ادھر ہی رہ گیا' اسی ایک قبیلہ کو ترک کہا جاتا ہے' کیونکہ سدّ کے ورے اس کو ترک کردیا (چھوڑ دیا) گیا تھا۔

حضرت حذیفہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاجوج ایک الگ قوم ہے' ماجوج دوسری قوم ہے' ہر ایک کی تعداد چار سو ہزار (چار لاکھ) ہے' وہ سب آدم کی اولاد ہیں' ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی پشت یعنی نسل سے پیدا شدہ ایک ہزار آدمی ایسے نہ دیکھ لے' جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہوں (یعنی جوان ہوں)' یہ لوگ غیر آباد دنیا کی طرف پھیلتے چلے جائیں گے۔

امام بغویؒ نے لکھا ہے کہ: یاجوج ماجوج تین طرح کے ہیں:

ایک قسم تو درخت ارز کے برابر ہے' ان میں سے ہر شخص کا قد ایک سو بیس ہاتھ لمبا ہے' دوسری قسم کا طول و عرض برابر ہوتا ہے' ۱۳۰ ہاتھ لمبا اور اتنا ہی چوڑا' ان کے سامنے کوئی پہاڑ بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تیسری قسم وہ ہے' جو ایک کان بچھاتے ہیں اور ایک کان اوڑھتے ہیں (قیامت کے قریب جب یہ برآمد ہوں گے تو) جو گھوڑا' یا خنزیر یا جنگلی وحشی جانور ان کے سامنے آجائے گا' اس کو کھائے بغیر نہیں چھوڑیں گے' ان میں سے جو کوئی مرتا ہے' اس کو کھالیتے ہیں۔ ان کا اگلا دستہ شام میں اور پچھلا دستہ خراسان میں ہوگا۔ مشرق کے تمام دریاؤں اور بحیرۂ طبریہ (بحیرۂ مردار) کا پانی پی جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان میں سے بعض کا طول ایک بالشت اور عرض ایک ہاتھ ہے اور بعض بہت زیادہ لمبے ہیں۔ (تفسیر مظہری اردو جلد ہفتم ص۱۶۷ تا ۱۶۹)

خروجِ یاجوج ماجوج:

فتنۂ دجال کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ میں اپنے بندوں میں ایسے لوگوں کو نکالوں گا' جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہ ہوگی' آپ مسلمانوں کو جمع کرکے کوہِ طور پر چلے جائیں۔ حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دیں گے تو وہ سرعت سیر کے سبب ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے دکھائی دیں گے۔

یاجوج ماجوج کے کھلنے کے وقت سدّ ذوالقرنین منہدم ہوجائے گی اور یہ لاتعداد وحشی انسان' عام انسانی آبادی اور پوری زمین پر ٹوٹ پڑیں گے اور ان کی قتل و غارت گری کا کوئی مقابلہ نہ کرسکے گا۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یاجوج ماجوج چالیس دن زمین میں رہیں گے' پہلا دن ایک سال کے برابر' دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر' تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔

یاجوج ماجوج کی قتل و غارت گری' تاخت و تاراج کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے' تو یہ قوم بیک وقت ہلاک ہوجائے گی اور ان کی لاشوں سے ساری زمین پٹ جائے گی' ان کی بدبو کی وجہ سے زمین پر بسنا دشوار ہوجائے گا' پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفقاء ہی کی دعا سے ان کی لاشیں دریا برد یا غائب کردی جائیں گی' اور ایک عالمگیر بارش کے ذریعہ زمین دھوکر پاک و صاف کردی جائے گی۔

اس کے بعد تقریباً چالیس سال امن و امان کا دور دورہ رہے گا' زمین اپنی برکات کھول دے گی' کوئی مفلس و محتاج نہ رہے گا' سکون و اطمینان راحت و آرام عام ہوگا' بیت اللہ کے حج و عمرہ جاری رہیں گے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام فتنۂ دجال و یاجوج ماجوج کے بعد چالیس سال قیام فرمائیں گے اس کے بعد مدینہ طیبہ میں وفات پائیں گے اور روضۂ اقدس میں دفن کئے جائیں گے۔ (تلخیص معارف القرآن جلد پنجم ص۲۴۰ تا ۲۴۸)

☆☆..............☆☆

دوسری قسط

''محمد رسول اللہ'' کا قادیانی تصور

جیسے چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کے عقائد کو ذکر کرنا ہے' ان کی تردید مقصود نہیں' اس لئے میں اس پر بحث نہیں کروں گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ''بعثت ثانی'' اور ''بروز'' وغیرہ کا تخیل کہاں سے مستعار لیا ہے' نہ اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی کے استدلال سے بحث کرنا ہی میرے پیش نظر ہے۔

البتہ یہ گزارش بے محل نہ ہوگی کہ یہ عقیدہ سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے اختراع کیا' ورنہ تیرہ صدیوں میں کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے' چنانچہ قادیانی جماعت کا آرگن روزنامہ ''الفضل'' لکھتا ہے:

''آج تک کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے متعلق بیان نہیں کی' اور نہ ہی اس حقیقت سے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) سے پہلے کوئی شخص واقف اور شناسا ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں' تمام دنیائے اسلام میں صرف آپ (مرزا قادیانی) ہی کا ایک وجود ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار آپ کی دو بعثتوں کی حیثیت میں کیا' چنانچہ آپ (مرزا قادیانی) تحفہ گولڑویہ کے ایڈیشن اوّل کے صفحہ ۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں' یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا' جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔''

(یہاں ''الفضل'' نے مرزا صاحب کے دو حوالے اور نقل کئے ہیں' جن کو اس مضمون کی پہلی قسط میں ذکر کیا جا چکا

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

ہے..... ادارہ)۔'' (الفضل قادیان ۲۴/ جنوری ۱۹۳۱ء بحوالہ قادیانی مذہب ص:۲۷۵ طبع پنجم)

''الفضل'' کو اعتراف ہے کہ تیرہ سو سالہ امت' مرزا غلام احمد قادیانی کے اس عقیدہ کی قائل تو کجا؟ اس سے واقف اور شناسا بھی نہیں تھی' لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے کہ یہ عقیدہ قرآن کی نص صریح سے ثابت ہے اور یہ کہ جو شخص اس سے انکار کرے وہ اندھا' حق کا منکر اور قرآن کا منکر ہے (دیکھئے حوالہ نمبر۱' قسط اوّل) اب یہ فیصلہ خود اہل عقل کو کرنا چاہئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ عقیدہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟ اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ''قادیانی بعثت'' کا عقیدہ اپنا کر سبیل المومنین (اہل ایمان کے راستے) کی پیروی کی ہے؟ یا وہ اس سے ہٹ کر کسی اور ہی راہ پر چل نکلے ہیں؟

قادیانی بعثت کے آثار ونتائج:

''محمد رسول اللہ'' کا دنیا میں دوبارہ آنا (اور پھر قادیان میں مبعوث ہوکر مرزا غلام احمد کی شکل میں ظاہر ہونا) اپنے جلو میں اور ابھی چند ایک عقائد رکھتا ہے' جن کے مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کے لوگ قائل ہیں۔ ان سے پہلے دنیا کا کوئی مسلمان اس کا قائل نہ تھا' نہ اب ہے' بلکہ تمام امت مسلمہ ان عقائد کو کفر صریح سمجھتی رہی ہے۔

عقیدہ ۱:..... خاتم النبیین کے بعد عام گمراہی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی خاتمیت کا تقاضا ہے کہ آپ کا لایا ہوا دین رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے' نہ آپ کی لائی ہوئی کتاب ہدایت دنیا سے مفقود ہو اور نہ آپ کی امت کبھی گمراہی پر جمع ہو' جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ''محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ'' کا روپ دھارنے کے لئے

یہ نظریہ ایجاد کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جو ہدایت لے کر آئے تھے‘ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت ثانیہ کا دور (۱۳۰۱ھ) شروع ہونے سے پہلے یکسر مٹ چکی تھی‘ دنیا میں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا‘ زمین میں نہ دین تھا‘ نہ ایمان تھا‘ نہ ہدایت تھی‘ نہ کتاب ہدایت تھی‘ اور یہ سب کچھ دنیا کو مرزا غلام احمد قادیانی کی بدولت دوبارہ نصیب ہوا‘ مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بعثت ثانیہ کا عقیدہ تب ممکن ہے‘ جب کہ پہلے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی بعثت کا نور بجھ چکا تھا‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا چراغ گل ہو چکا تھا‘ اس آفتاب رسالت کے بعد بھی دنیا میں عام تاریکی پھیل چکی تھی‘ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی پوری کی پوری دنیا گمراہ ہوچکی تھی۔ یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط؟ برا ہے یا بھلا؟ اس کا فیصلہ بھی آپ عقل خداداد سے خود ہی کیجئے‘ میں صرف یہ عرض کروں گا کہ یہ عقیدہ بھی کسی زمانے میں کسی مسلمان کا نہیں رہا‘ نہ ہوسکتا ہے‘ البتہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی عقیدہ رکھتے تھے اور وہ اسی عقیدہ کی تلقین اپنی جماعت کو بھی کرتے رہے‘ کیونکہ یہی عقیدہ ان کے ’’ظل و بروز‘‘ کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے‘ چند حوالے ملاحظہ فرمائیے:

۱:...... ’’آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون‘‘ میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے...... جس کی نسبت خدائے تعالیٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ’’ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھالیا جائے گا‘ سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء میں مسلمانوں کی حالت ہوگئی تھی......‘‘ قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھالیا گیا ہے‘ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا‘ اس سے لوگ بے خبر ہیں‘ وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا‘ اس سے لوگ غافل ہوگئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں‘ مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا‘ انہیں معنوں سے کہا گیا ہے آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا‘ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی‘ ناقل) یہ حدیث درحقیقت اسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں جو آیت: ’’انا علی ذھاب بہ لقادرون‘‘ میں اشارۃ بیان کیا گیا ہے۔‘‘ (ازالہ خورد قادیان ص۷۲۲‘ ۷۲۷ روحانی خزائن حاشیہ ص۴۸۹ تا ۴۹۲ ج ۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے منجھلے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں:

۲:...... ’’جس طرح ہر ایک دن کے بعد رات کا آنا ضروری ہے‘ اسی طرح ہر ایک نبی کے بعد‘ جس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر نور کا نزول ہوتا ہے‘ ایسے زمانہ کا آنا بھی ضروری ہے جو اندھیرے سے مشابہت رکھتا ہو۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۹۶)

۳:...... ’’مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا‘ جب دنیا میں چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تھا اور بر و بحر میں ایک طوفان عظیم برپا ہورہا تھا‘ مسلمان جن کو خیر الامت کا خطاب ملا تھا‘ نبی عربی کی تعلیم سے کوسوں دور جا پڑے تھے...... تب یکا یک آسمان پر سے ظلمت کا پردہ پھٹا اور خدا کا ایک نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زمین پر اترا۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۰۰‘۱۰۱)

۴:...... ’’جیسے عیسیٰ کے زمانے کے لوگ باوجود تورات کے حامل ہونے کے درحقیقت موسیٰ کے دین کے پیرو نہ رہے تھے اور جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عیسائی صرف نام کے عیسائی تھے‘ ورنہ عیسیٰ ان سے بیزار تھا اور وہ عیسیٰ سے بیزار۔ اسی طرح مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کا وقت پانے والے مدعیان اسلام اس مذہب سے دور جا پڑے تھے‘ جس مذہب کو فاران کی چوٹیوں پر سے اترنے والا آج سے تیرہ سو سال پہلے دنیا میں لایا۔‘‘ (کلمۃ الفصل ص۱۰۲)

۵:...... ’’سچ ہے اگر مسلمان اسلام پر قائم ہوتے تو کیا ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو بھیجتا‘ مگر نہیں! اللہ تعالیٰ جو دلوں کے بھیدوں سے واقف ہے‘ خوب جانتا تھا کہ ایمان دنیا سے مفقود ہے اور اسلام صرف زبانوں تک محدود۔ اسی

طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے کہ ''ایک وقت آئے گا جب ایمان دنیا سے اٹھ جائے گا تب اللہ تعالیٰ ایک فارسی النسل کو کھڑا کرے گا تا کہ وہ نئے سرے سے لوگوں کو اسلام پر قائم کرے' ایمان واقعی ثریا پر چلا گیا تھا' مسیح موعود (مرزا) اسے پھر دنیا میں لایا۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۰۲)

۲.......''ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی' مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے' اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بروزی طور پر (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں) دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اتارا جاوے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۷۳)

الغرض دوسری بعثت کے عقیدہ سے پہلے یہ عقیدہ ضروری ٹھہرا کہ رسالت محمدی کا آفتاب دنیا کے مطلع سے ڈوب چکا تھا' اس کی کوئی روشنی باقی نہ تھی نہ ایمان تھا' نہ اسلام تھا' نہ قرآن تھا' چاروں طرف بس اندھیرا ہی اندھیرا تھا' یہ سب کچھ مرزا قادیانی کی بعثت کے طفیل دوبارہ ملا۔

عقیدہ ۳:.......پہلی ودوسری بعثت کا الگ الگ دور:

جب مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو الگ الگ بعثتیں ذکر کیں' ایک مکی بعثت بشکل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسری قادیانی بعثت بشکل غلام احمد' تو لامحالہ ان دونوں بعثتوں کا دور بھی الگ الگ ہوگا۔

چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ چودھویں صدی سے دوسری بعثت کا دور شروع ہوتا ہے اور یہ کہ تیرھویں صدی کے آخر میں پہلی بعثت کی تمام برکات ختم ہوگئی تھیں' حتی کہ قرآن' ایمان اور اسلام بھی سبھی کچھ اٹھ چکا تھا' اور یہ سب کچھ امت کو دوسری بعثت کے دم قدم سے دوبارہ نصیب ہوا۔ اس سے از خود یہ نتیجہ نکل آتا ہے کہ تیرھویں صدی پر مکی بعثت کا دور ختم ہو چکا اور اب چودھویں صدی سے قادیانی بعثت کا دور شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانیت کی نجات وفلاح کے لئے مکی بعثت کالعدم قرار پاتی ہے' اور اسلام کا صرف وہی ایڈیشن معتبر' قابل عمل اور موجب نجات ٹھہرتا ہے' جس پر قادیانی بعثت کی مہر ہو' چنانچہ مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتے ہیں:

''اور پھر ہمیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اسلام کیسا اسلام ہے جو انسان کو نجات نہیں دلا سکتا' کیونکہ ہم حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے صریح الفاظ میں لکھا ہوا پاتے ہیں کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں' جیسا کہ آپ اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۲ (خزائن ص۴۲۱ ج۱۷) پر تحریر فرماتے ہیں کہ: ایسا ہی یہ آیت: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے' تب آخری زمانہ میں' ایک ابراہیم (مرزا غلام احمد) پیدا ہوگا' اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔''

(جاری ہے)

☆☆..................☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے قدیم کارکن ملک ریاض الحق کو صدمہ

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے قدیم کارکن جناب ملک ریاض الحق صاحب کے ماموں جناب ملک رشید احمد صاحب طویل علالت کے بعد ۱۵/مئی ۲۰۰۶ء کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے' طویل عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیوہ' پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں سوگوار چھوڑے ہیں۔

دفتر ختم نبوت کراچی کے رفقاء نے ملک ریاض الحق سے دلی تعزیت کا اظہار کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ، مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور سیئات سے درگزر معاف فرمائے۔ جماعتی رفقاء اور قارئین ختم نبوت سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے معاون عدیل احمد کو صدمہ

دریں اثنا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے معاون جناب عدیل احمد صاحب کے والد جناب نذیر احمد صاحب بھی گزشتہ دنوں دل کا دورہ پڑنے کے باعث انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ' دو بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ، مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے' درجات بلند فرمائے اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔ جماعتی رفقاء اور قارئین ختم نبوت سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ ادارہ جناب عدیل احمد سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

خبروں پر ایک نظر

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی المعروف ''علی میاں'' اسلام کے مایاناز سپوت تھے

عالم اسلام رہتی دنیا تک انہیں عظمت کی نگاہ سے دیکھے گا: مولانا محمود حسن حسنی ندوی

کراچی (رپورٹ......مولانا قاضی احسان احمد) مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی المعروف ''علی میاں'' اسلام کے مایہ ناز سپوت تھے' عالم اسلام رہتی دنیا تک انہیں عظمت کی نگاہ سے دیکھے گا' مولانا محمود حسن ندوی نائب مدیر پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ نے دفتر ختم نبوت کراچی کا دورہ کیا۔ اس موقع پر جامع مسجد نیو ٹاؤن کے نائب امام وموذن مولانا عتیق صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مولانا محمود حسن حسنی ندوی نے اس موقع پر مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

انہوں نے فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو سراہا۔ ہندوستان کے حالات سے متعلق بات چیت کرتے ہوئے مولانا نے بتایا کہ الحمدللہ! ہندوستان کے تمام بڑے علمی مکاتب' مدارس' خانقاہیں' مبلغین' واعظین قادیانی فتنہ سے بے خبر نہیں ہیں اور ممکن حد تک تمام علماء کرام دارالعلوم دیوبند' ندوۃ العلماء' مظاہر العلوم اور دیگر مراکز اسلامیہ اس عظیم کام میں اپنے اپنے انداز اور طرز عمل سے مصروف کار رہتے ہیں اور الحمدللہ! کافی حد تک فتنۂ قادیانیت روبہ زوال ہو چکا ہے۔

مولانا نے مزید کہا کہ اسلام کی عظیم مذہبی شخصیت' امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور شیخ طریقت پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا ابوالحسن علی ندویؒ المعروف (علی میاں) آخر عمر میں فتنہ قادیانیت سے متعلق بہت حساس پائے گئے' دن رات ان کا اٹھنا بیٹھنا اس بات پر ہوتا کہ فتنہ قادیانیت کا مقابلہ وقت کی اہم ضرورت ہے' دین اسلام کی بقا اور ختم نبوت کا تحفظ از حد ضروری ہے' اس کے لئے ہماری تمام تر توانائیاں صرف ہونا ہماری اور آنے والی نسل کے ایمان کی بقا کا ذریعہ ہے۔

مولانا محمود حسن حسنی نے بتایا کہ حضرت علی میاںؒ نے اپنے انتقال سے دو سال قبل ایک عظیم الشان تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد کرائی جس میں انہوں نے امام کعبہ الشیخ عبداللہ بن السبیل' الشیخ محمد الصیام' استاد کامل الشریف' رابطہ عالم اسلامی کے ناصر عبودی' جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے صالح العبود اور ہندوستان کے تمام بڑے مقتدر علماء کرام' واعظین عظام اور مبلغین کرام کو مدعو کیا الحمدللہ! کانفرنس اپنی مثال آپ تھی اور کم از کم پانچ لاکھ افراد پر مشتمل کانفرنس کا اجتماع تھا' حق تعالیٰ حضرت مرحوم کی ان خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

کانفرنس کے انعقاد کے بعد حضرت کے دینی جذبات اور فرق باطلہ کی تردید کے مشن میں نمایاں تیزی آئی' ہر وقت احباب سے اس بات کا مطالبہ کہ اپنے آپ کو تردید باطل کے لئے علمی مواد سے خوب مسلح کرو' ایک مرتبہ آپ نے اپنے پوتے مولانا عبداللہ حسنی ندوی کو بلایا اور ان سے کہا کہ اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ' اسلام کے لئے سب سے بڑی سازش فتنہ قادیانیت ہے' اس کا بھرپور مقابلہ کرو اور اپنے آپ کو تردید قادیانیت کے لئے وقف کردو۔

حضرت علی میاںؒ نے انتقال سے ہفتہ' دس دن قبل لکھنؤ کے عالم نبیل' شیخ الجلیل عظیم داعی' مبلغ' امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی کے پوتے حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی جو کہ اپنے فن کے امام اور مضبوط عالم دین ہیں' کو اپنے پاس بلایا' حضرت مولانا عبدالعلیم فاروقی دامت برکاتہم حضرت علی میاں کے قریبی عزیز بھی ہیں' حضرت نے ان سے کہا

کہ آپ بہت بڑا کام کررہے ہیں' بے شک آپ کا میدان بہت اچھا ہے' مگر ہندوستان کے حالات کے پیش نظر میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت کا سب سے بڑا فتنہ قادیانیت ہے جو آستین کے سانپ کی طرح امت مسلمہ کو ڈسنے کے درپے ہے' آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس میدان کی طرف آپ کی بھرپور صلاحیتیں' علمی کاوشیں اور فکری توانائیاں مرکوز ہونی چاہئیں۔

حاضرین نے محسوس کیا کہ نہ جانے کیوں حضرتؒ یہ بات کررہے ہیں' ہمارے قرب و جوار میں تو قادیانیت کا فتنہ نمایاں نہیں ہے اور نہ ہی اب تک سامنے آیا ہے تو پھر حضرت کی بات کا کیا مطلب؟ مگر حضرت علی میاں کی بات پر مولانا فاروقی نے لبیک کہا اور کام کا بھرپور عزم کیا' تقریباً انتقال کے دو ماہ بعد اچانک خطرناک صورتحال اس وقت سامنے آئی جب معلوم ہوا کہ فلاں علاقہ میں قادیانی مبلغ' فلاں علاقہ میں قادیانی مشنری' فلاں جگہ پر قادیانی مال اور دولت کا لالچ دے کر امت مسلمہ کو گمراہ کررہے ہیں' تو تمام علماء اور حضرت فاروقی نے ان کا بھرپور تعاقب کیا اور قادیانیوں کے نیٹ ورک کو ختم کردیا' الحمدللہ! اس وقت ساٹھ فیصد تک کامیابی حاصل کرچکے ہیں' جاں نثاران محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ اپنی خدمات انجام دے رہا ہے اور قادیانیت کا مقابلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

علماء کرام نے وہاں مکاتب' مدارس' مساجد' مبلغین کا اہتمام کیا' جس سے عوام الناس میں اسلامی شعور کو بیدار کیا جارہا ہے۔ اسی طرح ندوۃ العلماء کے شعبہ دعوت وارشاد اور ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور طلباء نے وہاں پر فتنہ قادیانیت کا خوب مقابلہ کیا۔ قادیانیوں کے باطل عقائد کی تردید پوری طرح جاری ہے اور عوام وخواص اس فتنہ سے باخبر ہیں' انشاء اللہ اپنی زندگی کے آخری سانس تک تحفظ ناموس رسالت کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے تحت انجام دیتے رہیں گے۔

آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ناظم جناب محمد انور رانا صاحب اور راقم الحروف نے مولانا کی دفتر آمد پر ان کا شکریہ ادا کیا' شہید ختم نبوت حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی نشست گاہ کی زیارت کرائی' جہاں بیٹھ کر وہ ساری زندگی عوام وخواص کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ان کے سوالات کے جوابات دیتے رہے' یہ وہ نشست گاہ ہے جہاں سے انہوں نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تحفۂ قادیانیت نام پر مبنی چھ جلدوں پر مشتمل کتاب تصنیف فرمائی غرضیکہ ان کی تحفظ ناموس رسالت اور سربلندی اسلام کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

اس کے بعد مہمان کے اعزاز میں مکتب ندوۃ العلماء کے لئے مجلس کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر جو کہ اردو' عربی' انگلش پر مشتمل ہے' دیا گیا۔ اس کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کی طرف سے احتساب قادیانیت کا مکمل سیٹ جو کہ ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے' اسی طرح سے تحفہ قادیانیت چھ جلدیں' قادیانی شبہات کے جوابات دو جلدیں' تحریف بائبل بزبان بائبل ایک جلد' آئینہ قادیانیت ایک جلد' مناجات مقبول' پیکر اخلاص' حجۃ الوداع پر مشتمل کتب کا گرانقدر تحفہ پیش کیا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ ان اکابر کی آمد کو ہمارے لئے باعث خیر وبرکت بنائے۔ آمین۔

وادی بالاکوٹ شہداء کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتی ہے

ملت اسلامیہ کے عظیم سرمایہ شہداء بالاکوٹ کے سنگلاخ پہاڑوں کو اپنے خون سے رنگین کردیا' وہ پاکستان کی پہلی اینٹ اپنا خون بہا کر رکھ گئے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے برصغیر پر بڑے احسانات ہیں۔ قرآن وحدیث کی خدمات کے ساتھ تحریک آزادی میں بھی ان کا مثالی کردار رہا ہے۔ شاہ ولی اللہ کے پیروکار تحریک آزادی کا پرچم اٹھا کر چل پڑے' وادی' وادی گھومتے ہوئے اسلام کی سربلندی کی آواز بلند کرتے ہوئے سنگلاخ پہاڑیوں کے مشکل ترین راستوں کو عبور کرتے ہوئے کتاب وسنت کی صدا لگاتے ہوئے ۶/مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جام شہادت نوش کرگئے' ان خیالات کا اظہار مکتبہ انوار مدینہ مانسہرہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا قاضی محمد اسرائیل گڑنگی نے مکتبہ انوار مدینہ کے زیر اہتمام اپنی نئی کتاب تذکرہ شہداء بالاکوٹ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ شہداء بالاکوٹ کا کردار عالم اسلام میں برصغیر کی تحریک میں ستاروں کے درمیان چاند بن کر روشن ہورہا ہے۔ ملک پاکستان میں وادی بالاکوٹ شہداء کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتی ہے۔ شہداء بالاکوٹ کی خدمات کو اجاگر کرنا اور تاریخ کے اوراق کو امت کے سامنے پیش کرنا ایک سنہرا باب ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہداء بالاکوٹ کتاب وسنت کے داعی اور گھر گھر میں سنت کو اپنانے کا مشن لے کر نکلے تھے' وہ اپنے مشن میں شہادت پاکر کامیاب ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک آزادی آئندہ دور کے لئے بھی مشعل راہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ شہداء کے خون کا قطرہ اللہ کو بہت پسند ہے۔ شہادت کی موت وہی پاتا ہے جو رب کو پسند ہوتا ہے' ہر ایک کو شہادت کی موت نہیں مل سکتی۔ بالاکوٹ کی وادی سے عظیم ہیرو پیدا ہوئے' یہ انہی شہداء بالاکوٹ کی برکت ہے' اس موقع پر دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔

Regd No. SS-160

اشک غم و نالہ الم بروفات

جانشین شیخ الاسلام مولانا سیّد اسعد مدنی قدس سرہ

یکے از خدام خانقاہ مدنیہ
مولانا منظور احمد نعمانی عفی عنہ
مدیر جامعہ احیاء العلوم ظاہر پیر، ضلع رحیم یار خان (پاکستان)

جانشین شیخ مدنی صاحبِ علم و عمل — رہنمائے عالمان و کاملاں جاتا رہا
جن کے سایہ میں رہے خرم مسلمانانِ ہند — وہ مجاہد شہ سوارِ کارواں جاتا رہا
نقش پا اسلاف پہ دائم رہا ثابت قدم — امن کا داعی ہمارا مہرباں جاتا رہا
تشنگانِ فضل کا ساقی رہا لیل و نہار — مرشدِ کامل مربی سالکاں جاتا رہا
شیخ کے اوصاف اخلاق و ریاضت کا امین — دشمن انگریز و قالع قادیاں جاتا رہا
بے سہاروں کا سہارا مرجع مظلوم تھا — ملک و ملت مسلمیں کا پاسباں جاتا رہا
آبیاری خوب کی مدنی کے گلشن کی صدا — اس چمن سے اس چمن میں شادماں جاتا رہا
اسعد مدنی کی رحلت سے ہوا عالم یتیم — وہ فدائے ملت و روحِ رواں جاتا رہا

ارشد و محمود دیکر خود چلے والد کے ہاں
مظہرِ عرفاں و منظور جہاں جاتا رہا